

مقام صحابہؓ

جس میں صحابہ کرام کی عدالت، مقام اور ان پر
تنقید کی شرعی حیثیت کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے

حضرت الامام مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

ادارۃ المدینۃ ارفیہ کراچی

مقامِ صحابہؓ

جس میں صحابہؓ کی حد نہ تھی، اور ان پر تعذیب
کی ششِ شیرت و تعمیل سے بیان لیا گیا ہے

بہارِ دہانِ خلقِ محمدؐ شمعِ معرفتِ حقیقہ
شعاعِ حق و حقیقت

بِرَّادُ الْمَعْنَى رَفِيعُ الْكَرَامَةِ

باہتمام : مجلہ سنی فاؤنڈیشن
 ضلع جدید : ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ - دسمبر ۲۰۰۵ء
 مطبع : سرزمینِ شمس پریس کراچی
 ناشر : ادارۃ المعارف ارون کراچی
 فون : 5049733 - 5032020
 ای میل : i_maarif@cyber.net.pk

ملنے کے پتے:

* ادارۃ المعارف ارون کراچی

فون 5049733 - 5032020

* مکتبہ تحفۃ القرآن الفاروق کراچی

فون 5031868 - 5031866

حرفِ آغاز

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَنَحْمَدُهُ عَلَى عِبَادِهِ الْمَدِينِ الْمُصْطَفَى

بھرمند آج ہم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم کی تازہ ترین تالیف ”مقامِ محلبہ“ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کتاب ایک ایسے موضوع پر لکھی گئی ہے جو ہمارے زمانے میں عرصہ سے معرکہ بحث و مہدال بنا ہوا ہے۔ اہل تشیع اور اہل سنت کے علاوہ خود اہل سنت کے مختلف گروہوں نے اس میں افراط و تفریط اختیار کی ہوئی ہے اور مستشرقانہ تحقیق کی بجائے عام نے اس میں اور شدت پیدا کی ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے اپنے مخصوص انداز میں اس موضوع پر محققانہ اور ناصحانہ گفتگو کی ہے، اور مسئلے کے ایسے ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جن میں وہ شاید اب تک منفرد ہیں۔ اس کتاب میں آپ کو علم، عقل اور عشق کا وہ حسین احتراز ملے گا جو اہل سنت کی نمایاں خصوصیت ہے، اور امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتاب دلوں سے شکوک و شبہات کے بہت سے کانٹے نکال دے گی، واللہ الموفق والمعين۔

احقر
محمد رفیع عثمانی
خادم طلبہ دارالعلوم کراچی

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	موضوع
A	تحقیق کی اہمیت
۵	مومن کی تحقیق شخص ہے
۱	خدا تعالیٰ کا عمل سبب
۱۲	قوتِ ربیہ کی حیثیت اور اس کا عہدہ
۱۳	قوتِ ربیہ کی اسلامی حیثیت
۱۵	اسلام میں قوتِ ربیہ کا عہدہ
۲۰	راویاتِ حدیث اور روایاتِ عرب میں ان کی اہمیت
۲۳	لیکھنے والوں کی باہر قوتِ ربیہ کو نہ چھوڑنا چاہیے
۲۹	صحابہ کرام میں قوتِ ربیہ کی اہمیت
۳	صحابہ کرام کی چند خصوصیات
۳۲	نصرتِ قرآن الیم
۳۳	صحابہ کرام کی اہمیت اور ان کی اہمیت
۵۰	قرآن و سنت میں مقامِ صحابہ کا خلاصہ
۵۰	ان کی اہمیت اور ان کی اہمیت
۵۳	الصحابة کلمہ خداوندی کا مفہوم
۵۶	ان کی اہمیت اور ان کی اہمیت
۵۹	صحابہ کرام کی اہمیت اور ان کی اہمیت
۶۲	ان کی اہمیت اور ان کی اہمیت
۶۳	صحابہ کرام کی اہمیت اور ان کی اہمیت
۱۵۰	صحابہ کرام کی اہمیت اور ان کی اہمیت
۱۵۷	صحابہ کرام کی اہمیت اور ان کی اہمیت
۱۲	صحابہ کرام کی اہمیت اور ان کی اہمیت
۱۱۰	صحابہ کرام کی اہمیت اور ان کی اہمیت
۱۳	صحابہ کرام کی اہمیت اور ان کی اہمیت
۱۱۹	صحابہ کرام کی اہمیت اور ان کی اہمیت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَدَدُ كَلَمَاتِهِ وَزِينَةُ عَرْشِهِ وَرِضَى نَفْسٍ وَالْمُحَلُّوهُ
وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ وَصَفْوَةِ زِينَتِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ
الْطَّيِّبِينَ هُمْ نَحْوُهُمُ الْمُهَذَّبِينَ بِهَيْبَتِهِمُ وَالْمُفَوِّدِينَ وَالْأَمْرَةَ فِي غَضَائِهِ
الْأَقْرَابِ وَالشُّبُهَةِ وَالْإِدْلَاءِ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ بَعْدَ رَسُولِهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. آمَنَّا بَعْدُ.

زیر نظر کتاب کا نام "مقام صحابہ" رکھا ہے تاکہ پہلے ہی یہ معلوم ہو جائے
کہ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب کی کتاب نہیں، اس
موضوع پر پیشگوئیوں کتابیں محمد اللہ پر زبان میں موجود ہیں اور تمام کتب حدیث میں
ان کے ایک نہیں بہت سے ادب موجود ہیں۔ صحابہ کرام کا تو مقام بہت بلند ہے۔
عام حکماء و اولیائے امت کے نقائص و مناقب اور ان کی مکافات انسان کو براہ راست
دیکھانے اور اس میں دینی انتساب پیدا کرنے کے لئے نسخہ اکسیر ہیں، مگر وہ اس
رسالے کا موضوع نہیں۔ اسی صرح میں عثمان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ کوئی تاریخ
کی کتاب بھی نہیں، جس میں افز و بزاہال کے اچھے بُرے حالات درج ہوتے ہیں
اور ان میں احوال کی کثرت، قسمت کے تناسب سے کسی کو بزرگ صلح اور دلی کہا جا
تا ہے، کسی کو ذلیل و خوار۔

کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے بعد دنیا کا کوئی اچھے سے اچھا انسان ایسا نہیں
جس سے کوئی لغزش اور غلطی نہ ہوئی ہو، اسی طرح کوئی بُرے سے بُرا انسان ایسا بھی
نہیں جس سے کوئی اچھا کام نہ ہوا۔ بس مدار کار میں پر ہوتا ہے کہ جس شخص کی زندگی

ایسے اخلاق و انماں میں تیزی ہے اس کا صدق و اظہار بھی اس کے غم سے بچتا
 گیا ہے۔ اس سے کوئی مکتاہ یا غلطی بھی نہ گئی تو بھی اس کو صلائے امت کی نیرست
 میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی عام زندگی میں دین کی حدود و حدود کا پابند
 قدکام شریعہ کا تابع نہیں ہے اس سے وہ چار اچھے بلکہ بہت اچھے کام بھی ہو جائیں تو
 بھی اس کو صلا، دہلیا، کی نیرست میں شمار نہیں کیا جاتا۔

فہم تاریخ کا کام اتنا ہے کہ واقعات کو دیانت داری سے تحکیم تحکیم بیان
 کرے۔ اس سے نتائج کیا نکلتے ہیں اور کسی فرد یا جماعت کا دینی یا دنیاوی مقام ان
 واقعات کی روشنی میں کیا ٹھہرتا ہے؟ یہ فہم تاریخ کے موضوع سے الگ ایک چیز ہے۔
 جس کو ”قد استارخ“ تو کہہ سکتے ہیں، ”تاریخ“ نہیں۔

پھر عام دنیا کے افراد و رجال اور جماعتوں کے بارے میں یہ قد استارخ
 انہیں تاریخی واقعات پر مبنی ہوتا ہے اور فہم تاریخ کا ہر واقعہ و ماہر ایسے نتائج اپنی اپنی
 فکر و نظر کے مطابق نکال سکتا ہے۔

”مقام صحابہ“ میں مجھے یہ دکھانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی
 صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس معاملے میں عام دنیا کے افراد و رجال کی طرح
 نہیں کہ ان کے مقام کا فیصلہ نری تاریخ اور اس کے بیان کردہ حالات کے تابع کیا
 جائے بلکہ ”صحابہ کرامؓ“ ایک ایسے مقدس گروہ کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور عام امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایک واسطہ ہے، اس واسطے کے بغیر
 نہ امت کو قرآن احمد آسکا ہے نہ قرآن کے وہ مفہم ہیں جن کو قرآن نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر چھوڑا ہے۔ ”لَقَدْ جَاءَكُمْ فَاطِرُ الْبَيْتِ الْبَيْتِ“ نہ رسالت اور
 اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطے کے بغیر علم ہو سکتا ہے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھی، آپ کی تعلیمات کو حرام
 دنیا اور اپنے زن و فرزند اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے، آپ کے پیغام کو

اپنی جانیں قربان کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے والے ہیں۔ ان کی سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک جز ہے، یہ عام ذہنی کی طرح صرف کتب تاریخ سے نہیں سیکھائے جاتے بلکہ خصوصاً قرآن و حدیث اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جانے پہچانے پاتے ہیں۔ ان کا اسلام اور شریعت اسلام میں ایک خاص مقام ہے۔ میں اس مقالے میں اسی مقام کو ”مقام صحابہ“ کے عنوان سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اس کی ضرورت دایم سے تو بہت زمانے سے پیش نظر تھی مگر اس کے لکھنے کا ایسا قوی داعیہ جو دوسرے کاموں کو منور کر کے اس میں لگا دے اس وقت پیدا ہوا جبکہ یہ فائدہ اچھی عمر کی چھترہویں منزل سے نذر رہا ہے، قوی جواب دے سکے ہیں مختلف ائمہ کے اسرار کا فیہر منقطع مسئلہ ہے، علم اعلیٰ پسینے ہی کیا تھا، اب جو کچھ تھا وہ بھی زبردست ہو رہا ہے۔

ان حالات میں یہ عید قوی ہونے کا سبب موجودہ زمانے کے کچھ حوادث ہیں، یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اُمت کے گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ جو ہمہ صحابہؓ میں پیدا ہو گیا تھا، اسی یہ گمراہی کی شان میں خستہ فی سے پیش آتا ہے، اور اسی بناء پر عام اُمت محمدیہ اس سے متقطع ہے، مگر اُمت کے نام فرستے خود مسا جمہور اُمت جن کو اعلیٰ السنۃ و الجماعۃ کے لقب سے ذکر کیا جاتا ہے، وہ سب کے سب صحابہ کرامؓ کے خاص مقام اور ادب و احترام پر متفق اور ان کی عظمت و شخصیتوں کو چنی تنقیدات کا نشانہ بنانے سے گریز کرتے رہے، اور اس کو بڑی بے دلی سمجھتے رہے۔ مسائل میں اختلاف صحابہؓ کے وقت دو متضاد چیزوں پر ظاہر ہے کہ عمل نہیں ہو سکتا، ان میں سے ایک کو اجمہور شرقی کے ساتھ اعتبار کرنا، اور بات ہے، وہ وہی شخصیت نو ہدف تحقید بنانے سے بالکل مختلف چیز ہے۔

”تحقیق“ کی دہا

لیکن اس زمانے میں یورپ سے جو اچھی بُری چیزیں اسلامی ملکوں میں درآ رہی تھیں ان میں ہر چیز کی تحقیق و تنقید (ریسرچ) بھی ہے، تحقیق و تنقید نے کئی بُری چیزیں، خود قرآن کریم نے اس کی طرف دعوت دی ہے، سورہ فرقان میں ”عَبَادُ الرَّحْمٰنِ“ کے عنوان سے اللہ تعالیٰ کے صالح اور نیک بندوں کی جو سنت بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے: ”وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخَوِّذُوا غَضَبًا وَلَا غَمًّا“، یعنی اللہ کے یہ صالح اور نیک بندے آیاتِ الہیہ پر اندھے بہروں کی طرح نہیں گر پڑتے کہ بے تحقیق جس طرح اور جو چاہیں عمل کرنے لگیں، بلکہ خوب سمجھ بوجھ کر بصیرت کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔

لیکن اسلام نے ہر چیز اور ہر کام کی کچھ حدود و مقررات کی ہیں، ان کے دائرے میں وہ کر جو کام کیا جائے وہ مقبول و مفید سمجھا جاتا ہے، حدود و اصول کو توڑ کر جو کام کیا جائے وہ فساد قرار دیا جاتا ہے۔

کون سی تحقیق مستحسن ہے؟

تحقیق و تنقید میں سب سے پہلی بات تو اسلامی اصول میں یہ پیش نظر رکھنی ہے کہ اپنی توانائی اور وقت اس چیز کی تحقیق پر صرف نہ کی جائے جس کا کوئی نفع دین یا دُنیا میں متوقع نہ ہو، حلی تحقیق برائے تحقیق اسلام میں ایک عیب اور فضول محسوس ہے، جس سے پرہیز کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے، خصوصاً جبکہ کوئی ایسی تحقیق و تنقید ہو جس سے دُنیا میں فساد اور جھگڑے پیدا ہوں۔ یہ ایسی ہی تنقید ہوگی جیسے کوئی ”لائسنس“ بیٹا اس کی تحقیق اور ریسرچ میں لگ جائے کہ جس باپ کا بیٹا کہلاتا ہوں کیا واقعی میں اسی کا بیٹا ہوں؟ اور اسی کے لئے والدہ محترمہ کی زندگی کے گوشوں پر ریسرچ و تحقیق کا زور خرچ کرے۔ دوسرے شخصیتوں پر جرم و تنقید

کے لئے اسلام نے کچھ عبادات، حکیمانہ اصول اور حدود مقرر کئے ہیں اور ان سے آزاد ہو کر جس کا جی چاہے، جو جی چاہے اور جس کے خلاف جی چاہے ہو یا نکلا کرے، اس کی اجازت نہیں دی۔ یہاں اس کی تفصیلات بیان کرنے کا موقع نہیں، حدیث کی جرح و تعدیل کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کی گئی ہے۔

لیکن یورپ سے درآمد کی ہوئی ”ریسرچ و تحقیق“ نامی بے قید اور آزاد تنقید کا ہے، ادب اور احکام اور حدود کی رعایت اس میں آپ بے معنی چیز ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانے کے بہت سے اہل قلم بھی اس نئے طرز تنقید سے متاثر ہو گئے۔

بغیر کسی دینی یا زنیوی ضرورت کے بڑی بڑی شخصیتوں کو آزاد جرح و تنقید کا ہدف بنایا آپ علمی خدمت اور محقق ہونے کی علامت سمجھی جانے لگی۔

اسلاف اہست اور ائمہ دین پر تو یہ مشق حتم بہت زمانے سے جاری تھی، اب بڑھتے بڑھتے صحابہ کرام تک بھی پہنچ گئی۔ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعہ کہنے والے بہت سے اہل قلم نے اپنی ریسرچی و تحقیق اور علمی توانائی کا بہترین مصروف ای کو قرار دے لیا کہ صحابہ کرام کی عظیم شخصیتوں پر جرح و تنقید کی مشق کی جاوے۔

بعض معجزات نے آپ طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کی تائید و حمایت کا کام لے کر حضرت علی کریم اللہ وجہہ اور ان کی عداوت کو پورے نئی بائیم کو ہدف تنقید بنادیا اور اس میں صحابہ کرام کے ادب و احترام تو کیا اسلام کے عبادات، حکیمانہ ضابطہ تنقید کی بھی ساری حدود و قیود کو توڑ ڈالا۔ اس کے بالفاظیل دوسرے بعض حضرات نے قلم اٹھایا تو حضرات معاذیہ، درمیان یعنی رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں پر اسی طرح کی جرح و تنقید سے کام لیا۔

نئی تعلیم پانے والے نوجوان جو علوم دینی اور ادب دینی سے ناواقف یورپ سے درآمد کی ہوئی نئی تہذیب کے دلی دادہ ہیں، وہ ان دونوں سے متاثر ہوئے

اور ان کے حلقوں میں صحابہ کرام پر ذہن طعن درز ہونے لگی، اور صحابہ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت سلمہ کے درمیانی واسطہ ہیں، ان کو دنیا کے عام سیاسی لیندروں کی صف میں دکھایا جانے لگا، جو اقتدار کی ہنٹ کرتے ہیں اور اپنے اپنے اقتدار کے لئے قوموں کو گمراہ اور تباہ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام پر تہرا کرنے والا مہر وہ فرقہ تو یک خاص فرقے کی حیثیت سے جانا ہی نہ جاتا ہے، عام مسلمان ان کی باتوں سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ نفرت کرتے ہیں، مگر سب یہ فرقہ خود اعلیٰ سنت والجماعت کہانے والے مسلمانوں میں پھوٹ پڑا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ نہ درخواست اگر مسلمان صحابہ کرام ہی کے: قتاد کو کھو بیٹھے تو پھر نہ قرآن پر اعتماد رہتا ہے، نہ حدیث پر، نہ دین اسلام کے کسی اصول پر، اس کا نتیجہ کبھی بے دریغ کے ہوا نہیں ہو سکتا ہے؟

یہ سبب ہوا جس نے ان حالات میں اس موضوع پر کلمہ اٹھانے کے لئے مجبور کر دیا، واللہ المستعان وھدیہ النکال۔

غلط فہمیوں کا اصل سبب

اس دور میں جبکہ پوری دنیا میں اسلامی شعائر کی کھلی توہین، فحاشی، سرانی، عام خوری، قتل و عارت سری اور باہمی جنگ و جدال مسلمانوں میں طوفانی رفتار سے بڑھ رہا ہے اور دشمنان اسلام کی ہر جہد مسلمانوں پر بلغار ہے، اس وقت میں ان محققین ناقدین نے غزٹ نردے "کھاڑنے اور سوائے ہوئے، نچنے بیدار کر رہے کہ اسلام کی بڑی خدمت کیوں سمجھ؟ اس بحث کو پھوڑ کر میں "مقام صحابہ" میں اس چیز کی نکال دئی کر چاہتا ہوں جو ان حضرات کے لئے غلطی کا سبب بنی اور پھر ان کے عمل سے دوسرے لوگوں کے لئے بہت سے دینی مسائل میں مفاہاتوں کا زریعہ بن گئی۔

ذات یہ ہے کہ ان حضرات نے حضرات صحابہ کی شخصیتوں کو بھی عام برہمال امت کی طرح صرف تاریخی روایات کے آئینے میں دیکھا اور تاریخ کی صحیح و نسیم روایات نے مجھ سے وہ جس شیخ پر پختہ، وہی مقام "مقدس شخصیتوں کے لئے تجویز کر لیا، اور ان کے افعال و افعال کو اسی دائرے میں رکھ کر پرکھا۔

قرآن و سنت کی نصوہ اور امت کے اجماعی عقیدے نے جو امتیاز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات و شخصیات کو عطا کیا ہے، وہ نظر انداز کر دیا گیا، وہ امتیازی شخصیت حضرات صحابہ کی یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان سب کے بارے میں "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کا، اور ان کا مقام بہت ہونے کا اعلان کر دیا، اور جمہور امت نے ان کی ذات و شخصیات کو اپنی جرح و تعہد سے بالاتر قرار دیا۔ ان کے مختلف مسائل، مسائل میں سے عمل کے لئے شرعی حدود و اجتہاد کے دائرے میں کسی

ایک تاریخ اے کہ اختیار کر لیا اور دوسرے کو مروج قرار دے کر ترک کر دیا دوسری چیز ہے۔ اس سے جس کے مسلک کو مروج قرار دیا گیا ہے اس کی ذات اور شخصیت پر مروج ہوتی ہے ورنہ ایسا کرنا ان کے آپ کے خلاف ہے، کیونکہ اقدام شرعیہ پر جس فرض ہے اور اختلاف اقوال کے وقت دو متضاد چیزوں پر عمل ناممکن ہے، شرعی فریضے کی اونٹنی کے لئے تو اس جگہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا جائز ہے، بشرطیکہ دوسرے کی ذات اور شخصیت کے بارے میں کوئی ذاتی بے دلی یا سرکشانہ پہا اختیار نہ کیا جائے۔

فہم تاریخ کی اہمیت اور اس کا درجہ

اوپر جو یہ تعارین ہیں کہ صحیحہ کی ہر رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات اختصیات اور ان کے مقام کا یقین صرف تاریخ روایات کی بنیاد پر کر لیا درست نہیں، کیونکہ یہ حضرات روایت نور امت کے درمیان واسطہ ہونے کی حیثیت سے ان دونوں قرآن و سنت ایک خاص مقام رکھتے ہیں، تاریخی روایات کا یہ درجہ نہیں ہے کہ ان کی بناء پر ان کے اس مقام و اعتبار پر صحابہ جنت، اس کا یہ مطلب ہے کہ نہیں سمجھتا چاہئے کہ فہم تاریخ بالکل ناقابل اعتبار و بیکار ہے، اسے اسلام میں اس کی ضرورت و اہمیت واضح کی جائے گی کہ کلمہ حقیقت یہ ہے کہ اعتبار، اعتماد کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں۔

۱۔ ہم میں اعتبار و اعتماد کا جو مقدمہ قرآن کریم اور احادیث مطہرات و ثابتہ عام احادیث کا نہیں، جو حدیث رسول کا درجہ ہے، وہ اقوال صحابہ کا نہیں۔ اسی طرح تاریخ روایات کے اعتماد و اعتبار کا بھی وہ درجہ نہیں ہے جو قرآن و سنت و مستخرج سے مراتب شد و اقوال صحابہ کا ہے۔

بلکہ جس طرح نص قرآنی کے مقابلے میں اگر کسی غیر مطہر حدیث سے اس کے خلاف کچھ منہم ہوتا ہو تو اس کی قبول و اذہب ہے، و تاویل کچھ میں نہ آئے تو

نصہ قرآنی کے متعلق ہیں۔ اس حدیث کا ترک واجب ہے۔ اس طرح تاریخی روایات اگر کسی معاملے میں قرآن و سنت سے متصادم نہ ہوں تو وہ بمقابلہ قرآن و سنت کے متروک یا واجب الہادیل قرار دی جائے گی خواہ وہ تاریخی اعتبار سے کتنی ہی معتبر و مستند روایات ہوں۔

اعتبار و اعتدال کی یہ وجہ بڑی نسی فہم کی عظمت و اہمیت کو کھڑی نہیں، البتہ شریعت اور اس کے احکام کی عظمت کو بڑھاتا ہے کہ ان کے ثبوت کے لئے اعتماد و اعتبار کا نہایت اعلیٰ درجہ لازم قرار دیا گیا ہے، پھر احکام شرعیہ میں بھی تقسیم کر کے ”محکمہ اسلامیہ“ کے ثبوت کے لئے ہر شرعی دلیل یعنی کافی نہیں سمجھی جاتی جب تک قطعی ثبوت اور قطعی الدلالت نہ ہو، اپنی احکام عملیہ کے لئے عام و نہایت جو قابل اعتبار سند کے ساتھ متفق ہوں وہ بھی کافی ہوتی ہیں۔

فہم تاریخ کی اسلامی اہمیت

فہم تاریخ کی اسلامی اہمیت کے لئے تو اتنی ہی بات کافی ہے کہ تاریخ و قصص قرآن کریم کے علوم غصہ کا ایک اہم جز ہیں، قرآن کریم نے پیام، نصیہ اور اقوام سابقہ کے اچھے بُرے حالات بیان کرنے کا خاص اہتمام فرمایا، البتہ قرآن کریم نے جس طرح تاریخ و قصص کو بیان فرمایا ہے وہ ایک انوکھا انداز ہے کہ کسی قصے کو ترتیب کے ساتھ اول سے آخر تک چورا بیان کرنے کے بجائے اس کے ٹکڑے کر کے مختلف مضامین قرآنیہ کے ساتھ لائے گئے ہیں، اور صرف ایک جگہ نہیں بلکہ بار بار اس کا اعادہ فرمایا ہے۔

اس خاص طرز سے فہم تاریخ کی اہمیت کے ساتھ اس سے اصل مقصد کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اقوام سابقہ کے قصے بحیثیت قصہ کہانی کے کوئی زبانی اور اسلامی مقصد نہیں، بلکہ اس سے اصل مقصد اخلاقی و عبرتی اور توبیخ ہیں جو ان میں غور کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان قصے کا دور کے انصاف جان کر کچھ کر ان کی طرف

رفعت اور نرے کا دوا کے نرے تباہ معلوم کر کے ان سے نفرت، اور زمانے کے انقلابات سے حق تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے مضامین حاصل کرنا ان کا اہم مقصد ہے۔ قدیم زمانے سے انسانوں اور کہانیوں اور پچھلے قہصوں کو کھنڈ ایک دل بہلانے کے مشغلے کے طور پر پڑھا اور سنا جاتا تھا، اسلام نے ازل تو تاریخ نگہنے کے خاص آداب سکھائے پھر یہ بھی تیار کیا کہ تاریخ بحیثیت تاریخ خود کوئی مقصد نہیں بلکہ اس کا مقصد عبرت و نصیحت حاصل کرنا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”الغز الکبیر“ میں بعض عارفین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگوں نے جب تجوید و قرأت کے قواعد کا شغل اختیار کیا تو اس میں ایسے متہک ہو گئے کہ ساری تہذیب و عرفیائی کے درست کرنے پر رہنے لگی۔ غرض میں خشوع اور عبادت قرآن سے متاثر ہو کر جو اصل مقصد تھا اس کو ناسی کر دیا۔ اسی طرح بعض مفسرین نے جب قصص پر زور دیا اور پوری تفصیلات لکھ دیں تو ان کی کتابوں میں اصل علم تفسیر ان قصوں میں ختم ہو گیا۔

بہر حال قرآن کے علوم شمسہ میں سے قصص و تاریخ بھی ایک اہم علم ہے جس کی تحصیل اپنی حد کے اندر واجب اور بہت بڑی طاقت ہے۔ پھر ذخیرہ حدیث اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غور کیا جائے تو وہ پورا ذخیرہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی تاریخ ہے اور حدیث کے راویوں میں جب غلط کاریاں جھوٹی حدیثیں بنانے والے لوگ شامل ہو جائے تو پورے ذخیرہ حدیث کے روایت کرنے والے راویوں کی تاریخ اور ان کے صحیح اور اصل حالت کا معلوم کرنا حدیث کی حفاظت کے لئے ضروری ہو گیا، حضرات ائمہ حدیث نے اس کا بڑا اہتمام فرمایا۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے ان کے مقابلے میں تاریخ کو سامنے کر دیا۔

(الاعلان مانو بیح لمن دم العلم اربع للحفاظ السعادی ص: ۹۰)

تاریخ کا یہ حصہ جس کا تعلق حدیث کے راویوں اور ان کے ثقہ و غیر ثقہ،

قوی و ضعیف ہونے سے ہے ایک حیثیت سے حدیث ہی کا جز، سمجھ لیا ہے اور اہل حدیث نے اس حصے کے نکلنے کا اہتمام فرمایا، اس کا نام بھی مستقل "فہرہ اہل روپ" رکھا گیا، اسی کے ضروری اور "ادب" ہونے میں نہیں کو حکام ہو سکتا ہے، "عائے اُست" میں نہیں کسی نے راویوں پر جرح، تعدیل کی بحث کو غیبت میں داخل کرنے اور فخر کیا ہے، وہ صرف اس صورت سے متعلق ہے جس میں جرح و تعدیل کی حدود و شریعت سے تجاوز کیا گیا ہو، یہ ضرورت ہے "مقتدایہ یعنی اور کسی کو جواب دہ کرنا مفہوم ہو، یا تاریخ و تعدیل میں اعتدال و انصاف سے کام نہ لیا گیا ہو، ورنہ روافہ حدیث کی ضروری اور معتدل تنقید تو ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر: "تخریج حدیث" ہی کا اعتبار نہیں رہ سکتا، جبکہ کوئی نیک دل انسان خواہت حدیث کی نیت سے غلط کار یا ضعیف راویوں پر معتدل تنقید کرتا ہے تو وہ حدیث رسول کا حق اور کربا ہے۔

جرح و تعدیل کے مشہور امام یحییٰ بن عید قحان رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ "آپ خدا سے نہیں ڈرتے کہ بنی مولوں کو آپ کذاب و غیر ثقہ یا ضعیف کہتے ہیں اور قیامت کے روز آپ کے خلاف مقدمہ کریں؟ تو فرمانے لگے کہ: قیامت کے روز یہ لوگ میرے خلاف احتجاج کریں، یہ اس سے بہتر ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہوں: اللہ علیہ وسلم مجھ سے یہ مطالبہ فرماویں کہ میری حدیث میں جن لوگوں نے انہی تیش کی تھی قرآن سے انہی بدانت کیوں نہیں کی؟" (حدائق، راجع مذکورہ ص ۵۸) بہت حضرات محدثین نے جس طرح اس ضرورت کا احساس کیا کہ حدیث کے راویوں کی پوری چھان بین کی جائے، عداوت، کاذب، شذ، غیر ثقہ، قوی، ضعیف، کاذب، متبع کر لیا جائے، انہی صحت اور کاذب و مردود و غیرہ میں رہنے کے لئے چند ضروری شرطیں رکھی ہیں، ان میں ابو حازم عبد الرحمن بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کے موصوفہ پر اپنی مستقل کتاب "الاعلام بالتدویع" میں ذہاب و تدویع میں تفصیل سے بیان کروایا ہے، جس میں اب سے پہلی شرط صحت نیت ہے کہ کسی راوی کا عیب ظاہر کرنا، اس کو جرح نہ کرنا فی نفسہ مقصود نہ ہو

بلکہ مقصد اس کی خیر خواہی اور حدیث کی حفاظت ہو۔ دوسرے یہ کہ صرف اس شخص کے متعلق یہ کام کیا جائے جس کا تعلق کسی حدیث کی روایت سے یا کسی فرد یا جماعت کے نفع نقصان سے ہے اور جس کے ظہار سے اس شخص کی اصلاح یا لوگوں کا اس کے ضرر سے بچنا متوقع ہو۔ ورنہ فضول کسی کے محبوب کو مشغول بنانے کوئی دین کا کام نہیں۔

تیسرے یہ کہ اس میں بھی صرف قدر ضرورت پر اکتفا کرے کہ فلاں ضعیفہ یا غیر ثقہ ہے، یا روایت گھڑنے والا ہے، ضرورت سے زائد الفاظ عیب سے اجتناب کیا جائے۔

اور جو کچھ کہا ہے مقصد دھرم پوری تحقیق کے بعد کہنا ہے۔

جرج و تعدیل کے بڑے امام ابن کثیر رحمہ اللہ سے کچھ لوگوں نے ان کے باپ کے متعلق پوچھا کہ وہ روایت حدیث میں کس درجے کے ہیں؟ تو فرمایا کہ: یہ بات میرے سوا کسی اور آدمی سے پوچھو، مگر ان لوگوں نے اصرار کیا کہ ہم آپ ہی کی رائے "عبد" کرنا چاہتے ہیں، تو مجھ و میر سر جھکا کر بیٹھ گئے سوچتے رہے اس کے بعد سر اٹھا کر فرمایا۔

هو المدين، انه ضعيف. (رد المحتار ص ۱۶)

ترجمہ:- یہ دین کی بات ہے (اس لئے کہتا ہوں کہ) وہ

ضعیف ہیں۔

یہ حضرات آہر جو دین کے ادب کے ساتھ رہاں کے ادب اور حدود کی رعایت کے جامع تھے، ان کے والد روایت حدیث میں ضعیف تھے، شروع میں چاہا کہ اس سوال کا جواب ان کی زبان سے نہ ہو۔ جب اصرار کیا گیا تو ادب دین کی روایت مقدم ہوئی، حقیقت کا اظہار کیا مگر صرف بعد ضرورت لفظوں میں، ضرورت سے زائد ایک لفظ نہیں بولا۔

خلاصہ یہ ہے کہ تاریخ کا وہ حصہ جس کا تعلق حفاظت حدیث سے ہے، یعنی اس کے راویوں پر تنقید اور جرج و تعدیل اور ان کے حالات کا بیان، یہ تو ان علوم

ضروریہ میں سے ہے جس پر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجت شرعی ہونا موقوف ہے، اس لئے اس کے واجب اور ضروری ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا، اور تاریخ کا یہ خاص حصہ اپنی خصوصیات اہمیت کے پیش نظر مؤرخین کے نزدیک کیا ایک مستقل قسم "اسماء الرجال" کے نام موصوم ہو کر علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اب کلام اس تاریخ عام میں رہ گیا جس کو عرب عام میں "تاریخ" کہا جاتا ہے، جس میں تخلیق کائنات اور جہود آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے وقت تک تمام زمینی اور آسمانی واقعات، اقلیم عالم اور ملکوں، خطوں اور ان میں پیدا ہونے والے اچھے بُرے لوگوں کے، خصوصاً انبیاء و صلحاء اور ملوک و رؤساء کے نام اچھے بُرے حالات، دنیا کے انقلابات، جنتیں اور فتوحات وغیرہ کا ایک جہان ہوتا ہے، یہ تاریخی حکایات جمع کرنے اور رکھنے کا دستور تو بہت پرانا ہے، ہر ملک، ہر خطے اور طبقے کے لوگوں میں اس طرح کی حکایات سینہ بہ سینہ بھی اور کچھ کتاب میں بھی منقول چلی آتی ہیں، لیکن عام طور پر اسلام سے پہلے یہ بغیر کسی تنقیح و تحقیق کے سنی سنائی باتوں اور افسانوں اور کہانیوں کے ایک غیر مستند مجموعے کے سوا کچھ نہ تھا۔

اسلام نے دنیا میں سب سے پہلے کسی روایت کے لئے سند و اسناد کی ضرورت اور اس کی تنقیح و تحقیق کو ضروری قرار دیا، قرآن کریم نے خود اس کی ہدایت کی:-

إِنْ جَاءَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَءِیْلَ فَتَبَيَّنُوْا.

یعنی کوئی غیر معتبر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے اقوال و افعال کو کتابوں میں منضبط کرنے والوں نے اس خاص طریق کے ایک سے زیادہ فنون بنادیئے جس سے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت تو ہو ہی گئی، دوسری چیزوں میں بھی نقل و روایت کے اُصول بن گئے، دنیا کی عام تاریخیں بھی جو مسلمانوں نے لکھنا

شروع کیس کن میں بھی جہاں تک ممکن ہو ان اصول روایت کی رعایت رکھی گئی۔

اس طرح اگر یہ کہہ جائے کہ تو کوئی مبالغہ نہیں کہ تاریخ کو ایک مستند فن کی حیثیت دینے والے مسلمان ہی ہیں، مسلمانوں ہی نے دنیا کو تاریخ لکھنے اور اس کی تصحیح کا سبق دیا، علمائے امت جنہوں نے قصص الانبیاء اور بھر روایات حدیث کو بہت سی چھٹیوں میں چھان کر نہ صرف جھوٹ بچ کو الگ الگ کر دیا، بلکہ سچ اور مستند روایات میں بھی درجات اعلیٰ، اوسطی قائم کر دیے، اور حدیث سے متعلق تاریخ ”اسمائے رجال“ کو علیحدہ کر کے مثل جزہ حدیث بنا کر دین کی یہ اہم خدمت انجام دی۔ انہیں حضرت نے عام تاریخ عالم ملکوں اور بادشاہوں اور زمین کے مختلف حصوں کی تاریخ و جغرافیہ لکھنے پر بھی قس توجہ مبذول فرمائی اور بڑے بڑے ائمہ حدیث و تفسیر اور اکابر علماء و فقہائے امت نے مختلف انواع و اقسام کی تاریخیں لکھیں، جن کی کچھ تفصیلات حافظ عبدالرحمن عسلاوی و مراد اللہ نے اپنی کتاب ”اصول علمائے کتب و تصانیف“ کے نوے صفحات میں جمع فرمائی ہیں۔ یہ خود ایک دلچسپ اور مفید مجموعہ اور قابل دید و مطالعہ ہے، مگر یہاں اس کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔

میرا مقصد یہاں اس کے ذکر سے صرف اتنا ہے کہ علمائے امت نے صرف اس مصدقہ تاریخ پر بس نہیں کی جس کا تعلق خلافت اور رجال حدیث سے ہے، بلکہ عام دنیا کی تاریخ، جغرافیہ اور ملک و مشاہیر کے حالات اور انقلابات و حوادث کے لکھنے پر بھی اسی عی توجہ دی اور ہزار ہا چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں اس تاریخ کا بھی ایک مقام ہے جس کے ساتھ انسان کے بہت سے وحی اور دنیاوی فوائد وابستہ ہیں۔

حافظ عسلاوی نے وہی کتاب مذکور کے ابتدائی چالیس صفحات میں تاریخ کے فوائد و فضائل اور ان کے متعلق علماء و حکماء اسلام کے اقوال جمع فرمائے ہیں۔

اسلام میں فن تاریخ کا درجہ

فن تاریخ کے فضائل اور فوائد جن کو سخاوی و حمزہ اللہ نے بڑی تفصیل سے علماء و محدث کے اقوال سے ثابت کیا ہے، ان میں سب سے بڑا اور جامع فائدہ ہجرت حاصل کرنا، دنیا کے عروج و نزول اور حوادث و اتفاقات سے دنیا کی بے ثباتی کا سبق لینا، آخرت کی فکر کو سب چیزوں پر مقدم رکھنا، اور اللہ تعالیٰ کی فطیمہ قدرت اور اس کے انعامات و احسانات کا استحضار، انبیاء اور صلحاء اُمّت کے احوال سے قلب کی نورانیت اور کفار و فجار کے انعام بہ سے ہجرت حاصل کر کے کفر و مصیبت سے پرہیز کا احتیاط، سکھانے والے مسلمانین کے تجربوں سے دین و دنیا میں فائدہ اٹھانا وغیرہ ہے۔ مگر فن تاریخ کے اس حنفیہ فائدہ و فضائل اور اس کی اتنی بڑی اہمیت کے باوجود اس فن کو یہ مقام کسی نے نہیں دیا کہ شریعت اسلام کے فقہاء و احکام میں اس سے حاصل سے جائیں۔ حلال و حرام کے مباحث میں تاریخی روایات کو محبت قرار دیا جائے، ان میں مسائل کے ثبوت کے لئے قرآن و سنت اور اجماع و قیاس کے شرعی دلائل کی ضرورت نہ ہے، ان میں تاریخی روایات کو مؤثر مانا جائے یا تاریخی روایات کی بنا پر قرآن و سنت یا اجماع سے ثابت شدہ مسائل میں کسی شک و شبہ کو راہ دی جائے۔

وجہ یہ ہے کہ اسلامی تاریخ اگرچہ زمانہ جاہلیت کی تاریخوں کی طرح، فکر ہے، سند و ناقص اہم نہ کہانیاں نہیں ہیں بلکہ سوائے اُمّت نے تاریخ میں بھی، قد و در بحر و اصول و روایت کی رعایت کر کے اسے مستند و معتبر بنانے کی کوشش کی ہے، لیکن فن تاریخ کے مطالعے اور اس سے اپنے مقاصد میں کام لینے کے وقت وہ باتوں کو نظر انداز نہیں

کرنا چاہئے، اور جس نے ان دو باتوں کو نظر انداز کیا وہ لہذا تاریخ کو غلط استعمال کر کے بہت سے گمراہ کن مخالفوں میں جلا ہو سکتا ہے۔

روایات حدیث اور روایات تاریخ

میں زمین آسمان کا فرق عظیم

پہلی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یعنی آپ کے اقوال و افعال کو جس صحابی نے سنایا دیکھا ہے اس کو بحکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی ایک امانت قرار دیا ہے جس کا امت کو پہنچانا ان کی ذمہ داری تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

يَقْبُضُوا عَنِّي وَلَوْ اِنِّي

یعنی میری احادیث امت کو پہنچا دو اگرچہ وہ ایک آیت ہی ہو۔
یہاں آیت سے آیت قرآن بھی مراد ہو سکتی ہے، مگر فرق کلام سے ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تبلیغ ہے، اور "وَلَوْ اِنِّي" سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ وہ کوئی مختصر جملہ ہی ہو، پھر حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا:

فَلْيَبْلُغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

یعنی حاضرین میری یہ باتیں غائبین تک پہنچا دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے بعد کسی صحابی کی کیا مجال تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات غیبات یا اپنی آنکھ سے دیکھے ہوئے اقوال و افعال کی پوری پوری حفاظت نہ کرتا اور امت کو پہنچانے کا اہتمام نہ کرتا۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو دالہاۃ محبت تھے اس کو صرف مسلمان نہیں کفار بھی جانتے اور حیرت کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وضو کا مستعمل پانی بھی زمین پر نہیں گرنے

دیتے تھے آپ پیروں اور سینوں پر ملاتے تھے ان کے لئے انکو حدیث کی حفاظت اور تبلیغ کے اہم ذمہ نہ تو دیکھی نہ آئے تھے تب بھی ان سے یہ ایسے تقہور کیا جاسکتا تھا کہ یہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمہ مرتب سے ملید و ہو تر دالے بلوں کی، آپ سنی اہل حدیث و رسم کے پندار نے مہربان کی جان سے زیادہ حفاظت کریں اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کے مشتمل پانی کو نہ لیں نہ ہونے دیں، وہ تعلیمات رسولی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حفاظت کا اہتمام نہ کرتے؟

خدا صہ یہ ہے کہ اہل قرآن، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دالہا نہ محبت اس کی دالی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایف ایف کلمے، ایف ایف حدیث کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کریں، اس پر طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرما کر جاری فرمادیا، اس سے ایف ایف لکھ سے زائد تقہور کی یہ قریشی عفت مقدس جہدعت صرف ایف ایف ذات رسول کے اقوال و افعال کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کے لئے سرگرم عمل ہو گئی۔

خدا صہ یہ ہے کہ یہ ذات شمسی و مریہ اس سے بڑے بڑے ہتھیار و ہتھیار ہو گئی ہے، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سانس کی اور شخصیت کو کہ ان کی جہدات کو غور سے سن کر ہمیشہ یاد رکھنے کی اور پھر لوگوں تک پہنچانے کی سعی کو کفر ہو۔ ہتھیاروں کے واقعات، ملکوں اور خطوں کے حالات و زمانے کے تغلیبات و تحلیک کے ہاتھ و پیر، دیکھنے سے ہاتھ چل کر کسی کو یہ پڑی ہے کہ ان کو پورا پورا یاد رکھنے کا بھی ہتھیار کر کے اور پہنچانے کا بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث رسول کو چونکہ اہل کاسر شریعت صلی قرآن کا دھبہ دن اور تحت شریعت ہونا اللہ تعالیٰ کو مقہور تھا، اس لئے اس کا سب سے پہلا ذمہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس کا قلبی قیاس محبت و طاعت کو بنایا، جو لوگ ہرے کی دنیا کی کسی دوسری شخصیت کو حاصل نہیں، اس لئے ہر چنی اعدت و روایات کو کسی حاکم دو

دریچہ صلی نہیں ہو سکتا جو روایات حدیث کو صلی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مامور تھے کہ قرآن اور تعلیمات رسالت کو دنیا کے گوشے گوشے تک اور آنے والی نسلوں تک پہنچائیں، اس کا ایک قدرتی انتظام تو صحابہ کرام کی ولہذا رحمت کے ذریعے ہو گیا، دوسرا قانونی انتظام نہایت حکیمانہ اصول پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ایک طرف تو یہ صحابی پر فرض کر دیا کہ جو کچھ دین کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں عمل کرتے دیکھیں وہ اُمت کو پہنچائیں، دوسری طرف اس خطرے کا بھی سمجھا کہ اب کیا جو کسی قانون کے عام اور شائع کرنے میں عداوت پیش آتا ہے کہ نقل و نقل میں بات سب سے کہیں پہنچ جاتی ہے اور اصل حقیقت غائب ہو جاتی ہے، اس کا انتظام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد سے فرمایا:-

فَمَنْ حَدَّثَ غَلِيًّا فَهُوَ كَاذِبٌ وَمَنْ نَسِيَ فَلَْيَسِّرْهُ مِمَّا نَسَىٰ مِمَّا نَسَىٰ

یعنی جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کوئی غلط بات منسوب کرے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا نھکانہ جہنم ہے۔

اس حدیث شریفہ نے صحابہ کرامؓ اور تابعہ کے علمائے حدیث کو نقل روایت میں ایسا محتاط بنادیا کہ جب تک نہایت کڑی تنقید و تحقیق کے ساتھ کسی حدیث کا ثبوت نہ ملے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے سے گریز کیا۔ بعد میں آنے والے وہ حضرات محدثین جنہوں نے حدیث کی ابواب و اصول کی صورت میں تدوین و تعریف کا کام کیا ان سب حضرات نے اچھی نگہی ہوئی اور یاد کی ہوئی لاکھوں حدیثوں میں سے ایسی کڑی تنقید و تحقیق کے ساتھ صرف چند ہزار حدیثوں کو اپنی کتابوں میں جلد دی، ”تدریب الراوی“ ص ۱۳۰ میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:-

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ایک لاکھ حدیث صحیح اور دو لاکھ ضعیف صحیح یاد ہیں، انہیں سے صحیح بخاری کا انتخاب کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں کل غیر مکرر

احادیث چار ہزار ہیں۔

اہم مسلم دینہ اللہ نے فرمایا کہ: میں نے زمین لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے اپنی کتاب جمع کی ہے، اس میں بھی صرف چار ہزار احادیث غیر مکرر ہیں۔
 اور اؤر دس اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے دسویں صدی میں علیہ وسلم کی پانچ لاکھ احادیث جمعیں ہیں جن میں سے انتخاب کر کے سنن مرتب کی ہے۔ جس میں چار ہزار احادیث ہیں۔

اہم احمد دینہ اللہ نے فرمایا کہ: میں نے "غیر احمدی" احادیث کو ستر لاکھ بیچاس ہزار احادیث میں سے انتخاب کیا ہے۔
 اس طرح تدریس: انبیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکیمانہ اچھے مکتے سایہ میں احادیث رسولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات حدیث، ایک خاص شان اعتبار کے ساتھ ہیں، نور کتاب اللہ کے بعد دوسرے درجے کی جست ثریٰ بن گئی۔

لیکن دنیا کی عام تاریخ کو نہ یہ مقام حاصل ہو سکتا تھا، نہ ہے

کیرتہ اول تو مومن، عام واقعہ اور حوادث، یاد رکھنے پھر ان کو لوگوں تک پہنچانے کا اہم ہتمام کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

دوسرے کتب تاریخ کی تعریف کرنے والے اگر تاریخ روایات کو اس دیکار پر جانچتے جس پر روایات حدیث ترجیح دیا جاتا ہے اور اتنی ہی کمزری تہذیب و تحقیق نے ساتھ کوئی تاریخی روایت درج کتاب کرتے تو ذخیرہ حدیث میں اگر چار لاکھ تین چار ہزار کا انتخاب ہوا تھا تو تاریخی روایات میں وہ چار سو بھی نہ رہتی، اس طرح خانوے فیصد تاریخی روایات دنیا میں بچا تھیں اور بہت سے جہتی زہری فوائد جو ان روایات سے متعلق تھے وہ مفقود ہو جاتے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر حدیث جن کی کتابیں حدیث میں اصولی معتمد علیہ کا

روایت کرتے ہیں، ان میں دو مہینے اور پچیس روز قرار دے کر ان کی روایت جھوٹ ثابت
 ہیں۔ اب وہ تاریخ کے سپرد میں آتے ہیں تو ان ضعیف راویوں کی روایت بھی
 شامل کتاب کر لیتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ حنفیہ بن حمرہ وغیرہ کو مؤلفہ حدیث نے حدیث کے
 معانی میں ضعیف بلکہ اس سے بھی زیادہ بخیروں کہا ہے مگر ان کی معلومات معذرتی و
 میر میں وہی ائمہ حدیث ان کی روایات نقل کرنے میں وہی رکاوٹ محسوس نہیں کرتے۔
 حدیث درجہ پنجم کے اس فرق کو عین لطافت نے بھی اپنی کتابوں میں تسلیم
 کیا ہے جنہوں نے تاریخی روایات کے بخیر و صحابہ کرام کا مقام متعین کرنے اور ان
 کی شخصیتوں پر الزامات لگانے کا ناظر راستہ اختیار کیا ہے۔ اس لئے اس فرق پر طریق
 بحث کو نول دینے کی ضرورت نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ عام دنیا کی تاریخ اور اس میں مدون کی مولیٰ کتابیں ان
 حدیث، ائمہ یا مفسرین کی طرح شریعت اسلام کے عقائد و احکام سے بحث کرنے والی
 کوئی نہیں ہیں۔ ان کے لئے روایت کی تحقیق و تنقید کی سخت ضرورت ہو اور ان کے
 کوئے کو ممتاز کرنے بغیر مقدمہ ملے اور اس کے فن تاریخ میں ہر طرح کی قومی و
 ضعیف اور صحیح و بخیرہ روایتیں ایسے ایسے نقد و تبصرہ سے جمع کر دینے میں کافی مشاغلہ نہیں آجھ
 میاں۔ خواہ قرآن و سنت کے باوجود ہی علماء، جرح و تحقیر، یزید و زید کے امام
 ماننے لگے ہیں، جب فن تاریخی یہ کوئی تصنیف لکھتے ہیں تو اگرچہ ذرا نہ جاہلیت کی
 تاریخوں کی طرح بے سرو پا انہوں اور انہوں کو اپنا کتاب میں جگہ نہیں دیتے بلکہ
 اصول روایہ کا لحاظ رکھتے ہر سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں، اسی لئے
 اسلامی تاریخیں تاریخی حیثیت میں عام دنیا کی تاریخوں سے صدق و اطمینان کے اعتبار
 سے ایک ممتاز مقام رکھتی ہیں، لیکن تاریخ میں اور انہوں نے اس کی چھان بین اور
 اس میں تھوڑے تھوڑے کام نہیں لیتے جو فن حدیث وغیرہ میں استعمال نہیں جاتی ہے،
 یہی کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ اگر فن تاریخی میں اس طرح کی چھان بین کی جاتی تو

تاناوے فیصد ہرج و مرج سے کم ہو جائی اور جو نوائد عبرت و حکمت اور تجاربہ عالم کے اس فن سے وابستہ ہیں ان سے دنیا محروم ہو جائی۔ دوسرے جبکہ عقائد و اذکار شرعیہ کے مقاصد اس سے وابستہ نہیں تو اس احتیاط و تنقید کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس لئے حدیث و ہرج و مرج و تعدیل کے ائمہ نے بھی فنِ تاریخ میں توسع سے کام لیا، ضعیف و قوی اور ثقہ و غیر ثقہ ہر طرح کے لوگوں کی روایتیں اس میں جمع کر دیں، خود ان حضرات کی تصریحات اس پر شاہد ہیں۔

حدیث و اصول حدیث کے مشہور امام ابنِ سلطان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”معلوم الحدیث“ میں فرمایا:-

و غالب علی الأخبار بین الاستکثار والتعلیظ فیما ہر ورنہ

(معلوم الحدیث ص ۲۶۳)

ترجمہ: مؤرخین میں یہ بات غالب ہے کہ روایات کثیرہ جمع کرتے ہیں، جن میں صحیح و سقیم ہر طرح کی روایات خط ملا ہوتی ہیں۔

”تاریخ الراوی“ ص: ۲۹۵ میں سیوطی رحمہ اللہ نے بھی بعینہ یہی بات لکھی ہے، اسی طرح ”فتح المغیث“، نیز میں بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔

ابنِ کثیر رحمہ اللہ جو حدیث و تفسیر کے مشہور امام اور بڑے ناقد معارف ہیں، روایات میں تنقید و تحقیق ان کا خاص امتیازی وصف ہے مگر جب یہی بزرگ تاریخ پر کتاب ”البدایہ والنبیۃ“ لکھتے ہیں تو تنقید کا وہ ہرج باقی نہیں رہتا۔ خود ”البدایہ والنبیۃ ۲“ جلد ۸ ص ۲۰۴ میں بعض ہرج و مرجی روایات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: اس کی صحت میرے نزدیک مشتبہ ہے، مگر مجھ سے پہلے ابنِ جریر رحمہ اللہ وغیرہ یہ روایت نقل کرتے آئے ہیں، اس لئے میں نے بھی نقل کر دیا، اگر وہ باکر نہ کرتے تو میں ان کو اپنی کتاب میں نہ لاتا۔

ظاہر ہے کہ کسی حدیث کی تحقیق میں وہ یہ برزخ نہیں کہہ سکتے کہ اس کی صحت مشتبہ ہوئے سے باہر وہ چہ کہہ سکتے کسی بزرگ نے لکھا ہے، اس لئے نکتہ ہوں۔ یہ تاریخ کا اہتمام تھا۔ اس میں اس تفسیر نے اس توسع کو بہ حرقہ دریا۔

”یہ اند کے باوجود سے کہ اس میں ”احمد اعدائے“ ”اہل بیت“ میں بہت سے کتابت پر طبعی کی روایت پر تنقید کرتے نہ بھی کہہ سکتے ہیں، یہ سب، تفسیر اس کی شبہات ہیں کہ کون تاریخ میں ان حضرات نے تصدیق کی ہے یہی سب سمجھ ہے کہ کسی واقعے سے متعلق انتہائی روایات ملتی ہیں سب کو جمع کر دیا جائے، ان پر حرج و مرج کی اور نقد و تمجید، جو ہر امر صحت کے لئے پہون نہ ہائے، در یہ کسی جامع شخص کی اتفاقاً ملتی نہیں بلکہ قوم و ملت کی موافق تھی، تاریخ میں بھی ہے کہ کون تاریخ میں ضعیف، متبرہ روایات کو یہ تنقید کرنا کہنا کوئی عیب نہیں۔

کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان روایات سے دین کے عقائد و احکام شرعیہ کو غارت کرنا نہیں، میرٹ و نیکیت اور توبہ قوم و ملت کے فوائد حاصل کرتے ہیں، وہ یوں بھی ہو سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص ان تاریخ میں روایت سے کسی ایسے مسئلے پر استدلال کرنا چاہتا ہے جس کا تعلق اسلامی عقہ نہ ہو، احکام صلیبیہ سے ہے تو اس کی اپنی ذمہ داری ہے کہ روایت کی تنقید اور دیکھوں پر حرج و مرج، وہی طریقہ اختیار کرے۔ یہ حدیث کی روایت میں لازم ضروری ہے، اس کے بغیر اس کا استدلال بہ نوز نہیں۔ اور یہ کہ کسی نے اسے احمد و امام حدیث کی کتاب تاریخ میں یہ روایت ”حق ہے اس دین“ ”مردار کی“ سے تنقید نہیں کرنا۔

اس بات کو اگر مثال سے سمجھئے کہ اگر مجتہدین اور فقہاء کرام امت میں بہت سے ایسے احکامات بھی ہیں جن کو طب کے بھی ماہرین پیچھے اندہ شافعی، حنبلہ، اور اہل حضرات کی تصانیف میں قیاسی طبع میں موجود ہیں، یہ حضرات ان کی طبع کی کتاب میں انہیں دست خواص و آثار بیان کرتے، دیکھتے یہ کہیں کہ ”طب میں فلاں فلاں خواص“

آوردہ ہوتے ہیں، خنزیر کے گوشت پوست اور ہاں کے ملاں فلاں خواص و آثار ہیں،
 پھر کوئی آری طب کی کتاب میں ان کے کلام کو دیکھ کر ان چیزوں کو جائز قرار دے
 لگے اور استدلال میں یہ کہے کہ فلاں ام یا علم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور وہاں
 اس کے حرام ہونے کا ذکر بھی نہیں کیا، تو کیا اس کا یہ استدلال درست ہوگا؟ اور یہ کوئی
 فرضی مثال ہی نہیں، شیخ جلال الدین عیسیٰ رحمہ اللہ اُمت کے کیسے براے عالم ہیں،
 علوم شریعہ میں سے شاید کوئی فن نہیں چھوڑا جس پر ان کی تصانیف نہ ہوں، ان کی
 بزرگی اور تقدس میں کسی کو کلام نہیں مگر موضوع طب پر ان کی تصنیف ”کتاب
 المرحۃ فی الطب والعکمة“ دیکھتے ہیں میں متعدد امراض کے علاج اور منافع
 کی تحصیل کے لئے جو نسخے لکھے ہیں، ان میں بہت سی حرام چیزیں بھی شامل ہیں،
 اب اگر کوئی شخص اس کتاب کے حوالے سے ان کو جائز ثابت کرنے لگے اور سیولٹی کی
 طرف اس کو منسوب کرے تو کیا کوئی صحیح لکھو اس آئی اس کو درست باز کر سکتا ہے؟
 اسی طرح اور بہت سے علماء و فقہاء جن کی تصانیف میں طب وغیرہ میں ہیں، سب میں
 حرام چیزوں کے خواص و آثار اور طریق استعمال ذکر کیا جاتا ہے، خون و نسانی بول
 و براز اور شراب اور خنزیر کی چیزوں کے خواص لکھے جاتے ہیں، اور اس جگہ وہ اس کی
 ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ ان کا حرام یا نجس ہونا بھی اس جگہ لکھ دیں، کیونکہ یہ
 موضوع طب سے خارج ہے اور دوسری کتب میں بیان ہو چکا ہے۔ ان کی کتب طب
 سے کوئی آدمی حرام چیزوں کو ان کا نام لے کر حلال کرنے لگے تو اس میں قصور ان کا یا
 علماء سیولٹی کا نہیں، کہ انہوں نے قرآن و حدیث کی کتاب میں حرام اشیاء کے خواص کیوں
 لکھے؟ کیونکہ اس فن کا سمجھنا اور موضوع ہی یہ ہے کہ سب چیزوں کے خواص و آثار
 لکھے جائیں، حلال حرام ہونے کی بحث کا یہ موقع نہیں، اور جہوں اس کا موقع ہے وہ
 ان کے حرام ہونے کو لکھ چکے ہیں۔ قصور اسی عقائد کا ہے جو اس حقیقت کو نظر انداز
 کر کے طبعی کتاب سے حلال و حرام کے مسائل نکالنے لگے۔ اس طریق تمہید کے بعد

میں اپنے اصل موضوع کلام کی طرف آنے ہوں کہ جن حضرات نے مشاہیر صحابہ (یعنی صحابہ کرام کے ہاں اختلافات) کے معانی و تاریخی روایات سے چکائے اور انہیں کی بنیاد پر ان کے فیصلے صادر کرنے کا بیڑ اٹھایا ہے ان کو مخالفین سے لگا ہے کہ یہ تاریخی روایات جن کتابوں سے لی گئی ہیں ان سے مستفید بڑے عہدہ دار و حدیث و تفسیر کے اہم ماہر تھے ہیں۔ اس پر غور نہیں کیا کہ وہ اس کتاب میں علامہ اور اہل اہل شریعہ کی بحث سے انہیں بیٹھے بلکہ ان تاریخ کی کتاب کہہ رہے ہیں جس میں صحیح و سقیم ہر طرح کی روایات با تنقید جمع کر دینے کا پر افتاء کرنے کا معمول معلوم و معروف ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ان سے عقیدہ یا عمل کا مسئلہ ثابت کرنا چاہے تو روایت اور راوی کی محدث نہ تنقید و تحقیق اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔ وہ نہ ان اس سے بری ہیں۔ ہمارے محققین نے اس کو یورپی طرح واضح کر دیا ہے کہ مقدمہ اعمال شریعہ کے معانی میں تاریخی روایت ہر عموماً صحیح و سقیم، معتبر و غیر معتبر کا مخلوط مجموعہ ہوتی ہیں نہ کہ کسی مسئلہ کی سند میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ نہ بلا تحقیق محدثانہ ان سے استدلال کر کے کوئی مسئلہ شریعہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مشاہیر صحابہ کا مسئلہ کوئی عام تاریخی مسئلہ ہے یا

نہ کہ شریعہ کا ایک اہم باب ہے؟

صحابہؓ اور مشاجراتِ صحابہ کا مسئلہ

پہرہی اُمت کا اس پہ اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معرفت، ان کے درجات اور ان میں جوئی آنے والے باہمی اختلافات کا فیصلہ کوئی عام تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ معرفتِ صحابہؓ تو علمِ حدیث کا اہم جز ہے، جیسا کہ مقدمہ ”اصابہ“ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اور مقدمہ ”استیعاب“ میں حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقام اور باہمی تفاضل و درجات اور ان کے درمیان پیش آنے والے اختلافات کے فیصلے کو عثمانی اُمت نے عقیدے کا مسئلہ قرار دیا اور تمام کتب عقیدہ اسلام میں اس کو ایک مستقل باب کی حیثیت سے لکھا ہے۔

ایسا مسئلہ جو عقائد اسلام سے متعلق ہے اور اسی مسئلے کی بنیاد پر بہت سے اسلامی فرقوں کی تقسیم ہوئی ہے، اس کے فیصلے کے لئے بھی ظاہر ہے کہ قرآن و سنت کی نص میں اور اجماعِ اُمت جیسی شرعی حجت و درکار ہیں، اس کے متعلق اگر کسی روایت سے استدلال کرتا ہے تو اس کو محدثانہ اُصول و تنقید پر نہ کھڑا کر لیا، ادب ہے۔ اس کو تاریخی روایتوں میں دھونڈنا اور ان پر اعتماد کرنا، اُصولی اور بنیادی غلطی ہے۔ وہ تاریخی کتب سے بڑے بڑے محدثین و علما نے حدیث ہی کی نگاہ سے کیوں نہ ہوں، ان کی فنی حیثیت ہی تاریخی ہے جس میں صحیح و سقیم روایات جمع کر دینے کا عام دستور ہے۔

یہاں یہ ہے کہ حافظ الحدیث ابن عبد البر رحمہ اللہ نے جو معرفتِ صحابہؓ کے موضوع پر اپنی بھرپور کتاب ”الاستیعاب فی معرفة الاصحاب“ لکھی تو ملانے

امت نے اس کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھا مگر اس میں مشاجرات صحابہ کے متعلق کچھ غیر مستند تاریخی روایات بھی شامل کرویں تو وہ معاملے امت اور ائمہ حدیث نے عمل کو اس کتاب کے لئے نیک و ندامت قرار دیا۔

چھٹی صدی ہجری کے اہم حدیث ائمہ مساجد رحمہ اللہ جن کی کتاب ”علوم الحدیث“ اصول حدیث کی زور مائی نگلی ہے اور بعد میں آئے والے محدثین نے اسی سے اقتباسات لئے ہیں۔ یہ اپنی کتاب کے انتالیسویں باب میں (جن کو بعنوان ”انواع“ لکھا گیا ہے) ”حرفت صحیہ پر کام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

هَذَا عِلْمٌ كَبِيرٌ قَدْ اُنْفَقَ الْفَاسُ فِيهِ كِتَابًا كَثِيرًا وَ مِنْ اَجْلِهَا
وَ اُكْتُرَ هَا هُوَ اَنْدَ "كُتَابُ الْاِسْتِيعَابِ" لِابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ لَوْ لَا
مُشَافَهَتُهُ بَدَمِ اِسْرَادِهِ كَثِيرًا اَعْمَا شَحَرٌ بَيْنَ الصَّحَابَةِ
وَ حُكَمَايَاتِهِ عَنِ الْاَخْبَارِ بَيْنَ لَا الْمُحَدِّثِينَ وَ عَنَابِ عَلِي
الْاَخْبَارِ بَيْنَ الْاَكْثَارِ وَ التَّخْيِطِ فِيمَا يَرَوْنَهُ.

(علوم الحدیث ص. ۲۶۲، طبع المکتبۃ المنویرۃ)

ترجمہ:- معرفت صحیہ ایک بڑا علم ہے جس میں لوگوں نے بہت بہت تصانیف لکھی ہیں اور ان میں سب سے افضل و اعلیٰ اور سب سے زیادہ مفید کتاب ”الاستیعاب“ ہے ابن عبد البرؒ کی اگر اس کو یہ بات عجیب و غریب نہ کر دیتی کہ اس میں مشاجرات صحابہ کے متعلق تاریخی روایات کو درج کر دیا ہے، محدثین کی حدیثات روایت پر مدد نہیں رکھا، اور یہ ظاہر ہے کہ سؤ ذہن پر غلبہ اس کا ہے کہ بہت روایات جمع کر دین چاہیں، جن کی روایت میں معتبر و غیر معتبر روایات غلط ملط ہوئی ہیں۔

اسی طرف علامہ سیوطی نے ”تاریب الروای“ میں علم معرفت صحابہ پر کلام

کرتے ہوئے ابن عبد البرؒ کی "استیعاب" کا ذکر تقریباً اٹھسٹھ ثقافت میں آیا ہے جو اس
 صحاح کے اس سال سے بیٹ سے اوپر نقل کئے گئے ہیں۔ جن میں مشہور ترین صحابہ کی حدیث
 میں تاریخی روایات کے درجہ اعلیٰ کر رہے پر سخت اعتراض کیا ہے۔ (زمہ، ریاض الدی، ص ۲۵۵)
 زمرے محدثین نے "فتح المغرب" وغیرہ میں ابن عبد البرؒ کے اس طرز عمل
 پر رد کیا ہے کہ مشہور ترین صحابہ کا مسئلہ جو اقصیٰ کا مسئلہ ہے اس میں تاریخی روایات
 کو کیوں داخل کیا۔

جواب یہ ہے کہ ابن عبد البرؒ کی کتاب "استیعاب" کوئی عام کتاب کی کتاب
 نہیں بلکہ "مصرعہ معرفت صحابہ" کی کتاب ہے۔ انہوں نے حدیث کا جزو ہے، انہوں نے حدیث
 نے بھی عام تاریخ پر کوئی کتاب لکھی ہوئی اور ان میں یہ غیہ مستند تاریخی روایات لکھے تو
 غالباً کسی کو اعتراض نہ تھا، جیسا کہ جبریل بن یحییٰ وغیرہ نے حدیث کی تاریخی کتابوں
 پر کی گئی بات میں نہیں کیا۔

صحابہ کرامؓ کی چند خصوصیات

صحابہؓ کی تاریخ میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ "صحابہ کرامؓ" جس مقدس گروہ کا
 نام ہے وہ اُمت کے عام افراد و رجاس کی طرح نہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور اُمت کے درمیان ایک مقدس واسطہ بن گئے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام
 اُمت سے امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ مقام، امتیاز ان کو قرآن و سنت کی نصیحت و تہذیب و
 کا معائنہ ہوا ہے اور ان لئے ان پر اُمت کا اجماع ہے۔ اس کو تاریخ کی صحیح و سچ
 روایت کے اعتبار میں ہم نہیں دیکھ سکتے کہ ان کو کوئی روایت اخیرہ حدیث میں بھی ان کے
 اس مقام اور شان کو بھروسہ کرتی جانتی ہو وہ بھی قرآن و سنت کی نصیحت و تہذیب کے لئے اور اجماع
 اُمت کے مقابلے میں مندرجہ ہوئی۔ تاریخی روایات کو تو سمجھنا ہی ہے۔

نصوصِ قرآنِ کریم

۱۔ نَحْنُ نَحْمِلُ صَرَارَهُ نُحْمِلُ جُثْلَ نَفْسَانِ

ترجمہ: ہم بھاری اُمت کو جو لوگوں کے (نفع اور سلاحت) کے لیے پیہ کی گئی ہے۔

۲۔ وَكَذَلِكَ جَاءَ لَنُكْمَةِ آفَةٍ وَاسْطًا تَكُونُوا ضِلْفَاءَ

غُلَى النَّاسِ

ترجمہ: اور ہم نے تم کو ایک نئی جرعت بنا دیا ہے جو (بریلو سے) نہایت اچھول پر ہے کہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلے میں گواہ ہو۔

ان دونوں آیتوں کے اصل ترجمہ اور پہلے صدائق صحابہ کرام ہیں۔ باقی اُمت بھی اپنے اس کے مطابق اس میں داخل ہو جاتی ہے لیکن صحابہ کرام کا ان دونوں آیتوں کا جمع صدیق ہونا باقائے شہرین و سہولین ثابت ہے۔ ان میں صحابہ کرام کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام ائمہ نواسے، اہل اور جلال، ائمہ ہونا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ دیکھو: *عن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود* (ابو امامہ) کہ علامہ: *غلام بن رحمہ اللہ* نے *الشرح على الدرر النورية* میں اس کو یہ طور اُمت کا مسلک قرار دیا ہے کہ انبیاء کے بعد صحابہ کرام افضل الخلق ہیں۔

ابو امامہ بن مسعود رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو امامہ سے دریافت کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے کون افضل ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:-

لا نعدل ما صحابہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم احدًا.

(الروضة النورية: شرح المغيرة، قرطبية، لمن سمعته ص ۳۵)

یعنی ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے،
افضل ہونا چاہیے۔

۳۰۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَهْلُ الْكَفَّارِ
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَتَذَكَّرُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ
وَرِضْوَانًا سُبُلَاهُمْ فِي وَجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ الْأَيْدِ
تَرَاهُمْ: محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے محبت یافتہ
ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان
ہیں، اسے مخاطب: تو ان کو دیکھئے گا کہ بھی رکوع کر رہے ہیں اور
تکبیر بھی کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو
میں لگے ہیں، ان کے قہار یوحنا مخلص و عیسیٰ کے چہروں پر
نمایاں ہیں۔

عامہ مفسرین امام قرطبی وغیرہ نے فرمایا کہ ”وَالَّذِينَ آمَنُوا“ عام ہے، اس
میں تمام صحابہ کرام کی پوری جماعت داخل ہے، اور اس میں تمام صحابہ کرام کی تعدیل
ان کا تذکرہ اور ان پر مدح وثناء خود مالک کا کلام کی طرف سے آئی ہے۔

ابو عمرو زہریؒ کہتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت امام مالکؒ کا مجلس میں
تھے، وہ لوگوں نے ایک شخص کا ذکر کیا جو بعض صحابہ کرام کو برا بھلا کہتا تھا، امام مالکؒ نے یہ
آیت ”يَلْبِطُ بِهِمْ الْكَافِرُ“ تک تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ جس شخص کے دل میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کے متعلق غیظ ہو، وہ اس آیت کی نذر
میں ہے، یعنی اس کا ایمان فطرے میں ہے کیونکہ آیت میں کسی صحابی سے غیظ کفار کی
علامت قرار دی گئی ہے۔

”وَالَّذِينَ آمَنُوا أَهْلُ الْكَفَّارِ“ میں تمام صحابہ کرام کا جہنمیت ہونا کسی استثناء کے
داخل ہے۔

۴- یَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْكَ اللَّهُ النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا غَدَاةً.

ترجمہ:- جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور جو مسلمان (دین کی دوست) ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہیں کرے گا۔

۵- وَالشُّفَعَاءُ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهِجَرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ. الْآيَةُ

ترجمہ:- اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ ان کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

اس میں صحابہ کرام کے دو طبقے بیان فرمائے ہیں، ایک سابقین اولین کا، دوسرے بعد میں ایمان لانے والوں کا، اور دونوں طبقوں کے حقائق یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہیں، ان کے لئے جنت کا مقام و اقام مقرر ہے، جس میں تمام صحابہ کرام داخل ہیں۔ مہاجرین و انصار سے سابقین اولین و ان لوگ ہیں؟ اس کی تفسیر میں ابن کثیرؒ نے تفسیر میں اور ابن عبد البرؒ نے مقدمہ ”استیعاب“ میں سندوں کے ساتھ دونوں قول نقل کیے ہیں، ایک یہ کہ سابقین اولین وہ حضرات ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں قبلوں یعنی بیت اللہ اور بیت المقدس کی طرف ناز پر بھی ہو، یہ قول ابوسوی اشعری، سعید بن مسیب، ابن سیرین، حسن بصریؒ کا ہے (ابن کثیر)، اس کا حاصل یہ ہے کہ تحویل قبلہ بیت المقدس

سے بیت اللہ کی طرف جو جرات کے ذریعہ سرے سرے میں پہنچا ہے۔ اس سے پہلے جو لوگ مشرف بہ سرم ہو کر شرف صحابیت حاصل کر چکے ہیں وہ سابقین اذکرین ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جو لوگ، بیعت رضوان یعنی واقعہ حدیبیہ واقع سنہ ۶ھ میں شریف ہوئے ہیں وہ سابقین اذکرین میں سے ہیں، یہ قول امام شمس رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے۔
(ابن کثیر، مشیخہ)

قرآن کریم نے واقعہ حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کرنے والے صحابہؓ کے متعلق عام اعلان فرمایا ہے "لَشَدَّ رِجْسُ اللَّهِ غَسَّ الْكُفُورِ بَيْنَ يَدَيْهِمْ وَكَانَتْ ثَمَرُ الشَّجَرَةِ" اسی لئے اس بیعت کا نام "بیعت رضوان" رکھا گیا ہے، اور حدیث میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا يَدْخُلُ نَارَ أَحَدٍ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.

(ابن عبد البر، مسند فی الاستیعاب)

ترجمہ: انہیں دھن جوگا جہنم میں کوئی شخص جس نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے۔

پھر اس سابقین اذکرین خواہ قبیلین کی طرف نماز میں شریک ہونے والے، ہوں یا بیعت رضوان کے شرکاء، ان کے بعد بھی صحابیت کا شرف حاصل کرنے والے تمام صحابہ کرامؓ و حق تعالیٰ نے "وَالَّذِينَ أَقْبَلُوهُمْ يَاجْتَنِبُوا" میں داخل کر کے شام فرمایا اور سب کے لئے اپنی رسائے کامل اور جنت کی ایسی نعمت کا وعدہ اور اعلان فرمایا۔
اسی کثیر رحمہ اللہ اس کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

يَا وَيْلَ مَنْ أَعْصَمَهُمْ أَوْ مَنَّهُمْ أَوْ سَبَّ بَعْضُهُمْ (الذي قوله)

فَإِنَّ هَؤُلَاءِ مِنَ الْإِيمَانِ بِالْقُرْآنِ إِذْ يَسْتَوُونَ مِنْ دَعْوَى اللَّهِ

(ابن کثیر)

عصمہم۔

ترتیب:- عذاب الیم ہے ان لوگوں کے لئے جو ان حضرات سے یا ان میں بعض سے بغض رکھے یا ان کو برا کہے، ویسے لوگوں کو ایمان بالقرآن سے کیا واسطہ جو ان لوگوں کو برا کہتے ہیں جن سے اللہ نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا۔

اور ابن عبد البر رحمہ اللہ "استیعاب" میں یہی آیت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-
ومن رضى الله عنه لم يخط عليه أمر ان شاء الله تعالى.
یعنی عہدہ جس سے راضی ہو گیا پھر اس سے کبھی ناراض نہیں ہوگا
ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو سب اچلی بچھی چیزوں کا علم ہے، وہ راضی اسی شخص سے ہو سکتے ہیں جو اس کے زمانے میں بھی رضائے کے خلاف کام کرنے والا نہیں ہے، اس لئے کسی کے واسطے رضائے الہی کا اعلان اس کی ضمانت ہے کہ اس کا خاتمہ اور انجام بھی اسی عانتِ صالحہ پر ہوگا۔ اس سے رضائے الہی کے خلاف کوئی کام آئندہ بھی نہ ہوگا۔ یہی مضمون حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "شرح عقیدہ وادھیہ" میں اور سفارینی رحمہ اللہ نے "سرح درہ مضبیہ" میں بھی لکھا ہے، اس سے ان محدثین کے شبہ کا ازالہ خود بخود ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کے یہ علامات اس وقت کے ہیں جبکہ ان کے حالات درست تھے، بعد میں حجاز اللہ ان کے حالات خراب ہو گئے اس لئے وہ اس انجام و آئرام کے مستحق نہیں رہے، نعوذ باللہ منہ، کیونکہ اس سے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شروع میں پورا انجام سے بے خبری کے راضی ہو گئے تھے، بعد میں یہ فکر بدل گیا، نعوذ باللہ منہ۔

یہاں پہلے کر شاید کسی کو حدیث "بئس ضرطکم علی الحوص" سے شبہ ہو،

جس میں یہ ہے کہ:-

لم یرون علی أقرام أعرفهم ویمرفونی ثم یحال ینبی

وہیہم رلی روایۃ فاقول اصحابی، بقول لا تعدی

ما أحدث بعدک (بخاری باب البیض)

تھاج اقلہ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میدانِ مشر میں بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجیں گے تو ان کو وہاں سے ہٹا دیا جائے گا، مگر حدیث کی شرح میں شریح حدیث نے طویل کام لیا ہے اور جن لوگوں کے بارے میں یہ روایت ہے ان کا مصداق متعین کرنے میں فی احوال بقول ہیں، مگر بعد از نزول ایک قسم روایات کہہ چکے کہ اور معجزات صحابہ کے بارے میں قرآن و حدیث میں جو فضائل وارد ہوئے ہیں، ان کو ماننے کہ تمام نبوی رحمر اللہ کا قول صحیح ہے یہ ہوتا ہے، ماننا انہی تحریرۃ اللہ علیہ متعذر احوال کے ذیل میں کہتے ہیں :-

وقال السنوی: عہ المسافرون والعمردون فبحور ان
بحسروا بالعرفۃ والنحیل لکونہم من حملۃ الامة
قبل ان یہم من احل البیاض علیہم فقال ابوہم بدلو
بعدک ائی لم یوتوا علی ظاہر ما فخرتہم علیہ، قول
عباس وعبرہ، وعلى هذا فذهب عہم العرفۃ
والنحیل وبعثاء نورہم (بخاری ج ۳ ص ۳۳۳)

ترجمہ :- یہ نبوی نے فرمایا کہ اس حدیث کا مصداق منافقین
ہیں اور وہ وہ (دو) دن سے زمانہ نبوت میں بھی مسلمان نہ تھے
بلکہ ظاہر اسلام کے نام تو لیا کرتے تھے (واقعا نبوی کے
بعد ظاہر اسلام سے پھر گئے، چنانکہ یہ لوگ بھی مسلمانوں کے
ساتھ اہلدارے کا شو کرتے تھے اور نماز میں آتے تھے اس لئے
ان کے ہاتھ پاؤں بھی دھوئے اثر سے سفید ہوں گے، ان کی
اس علامت کی وجہ سے سرزد عام صلی اللہ علیہ وسلم پکاریں گے،

لیکن جواب دے دیا جائے گا کہ انہوں نے آپ کے بعد حالت بدل دی تھی یعنی جس حال پر آپ نے ان کو چھوڑا تھا اس حالت پر (بھی) باقی نہ رہے اور کھلے کافر ہو گئے، جو ان کے ظاہری دعوائے اسلام کے اعتبار سے ارتداد تھے۔

ہمارے نزدیک یہ قول اس لئے صحیح ہے کہ آیت قرآنیہ -

يَوْمَ يَقُولُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُسْلِمَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ اَوْ جِئْتُمْ فَاَنْتُمْ فَاَنْتُمْ فَاَنْتُمْ فَاَنْتُمْ

(المائدہ: ۱۳)

ترجمہ:- جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کر لو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے نوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو۔

کے موافق ہے۔ آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ابتداء روز قیامت میں منافقین، منافقین کے ساتھ لگ جائیں گے، بعد میں علیحدگی ہو جائے گی، لفظ ”ارتداد“ جو حدیث بالا کی بعض روایات میں آیا ہے، اس کا مطلب بعض لوگوں نے یہ لیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے (العیاذ باللہ)۔

لیکن ہمارے نزدیک حق بات یہ ہے کہ اگر ارتداد سے ارتداد عن الاسلام ہی مراد ہو تب بھی اس سے وہ احراب مراد ہیں جنہوں نے اسلام کی زد میں آکر زبان سے یوں کہہ دیا تھا کہ ہم مسلمان ہیں، اور صحیح معنی میں ان کے دل میں اسلام جاگزیں نہ ہوا تھا جس کو قرآن میں اس طرح ذکر فرمایا:-

قَالَتِ الْأَعْرَابُ إِنَّا أُمَّةٌ أَدَارَا لَكَ وَلَٰكِن قَوْلُوا مَا تَعْلَمُونَ
وَلَٰكِن يَدْعُو الْأَعْرَابُ لِيَفْتَنُواكَ

(المجادلہ: ۱۳)

ترجمہ:- یہ نواز کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، آپ فرمادیتے
 کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کیونکہ ہم مخالفت چھوڑ کر مطیع
 ہو گئے، اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔
 مافا ذلانی رحمہ اللہ نے یہی اچھی بات لکھی ہے:-

نہم یرقد من الصحابة أحد وانما ارند فؤد من جفاة
 لا عروب مومن لا نصرة له فی الدین وذلک لا یوجب
 قدخا فی الصحابة الممشہورین ویدل قولہ اصحابی
 بالنصغر علی فلفہ عددہ۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۲۲)
 ترجمہ:- حضرات صحابہ میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا، بعض
 کفار عربی جن کا دین فی نصرت میں کوئی اخل نہیں رہا
 (معرف نہان سے کلمہ پڑھ لیا) وہ حضرت صدیق کبیر کے
 زمانے میں مرتد ہو گئے تھے، اس سے مشہور صحابہ کرامؓ کے بارے
 میں کوئی شک و شبہ یہ نہیں ہوتا، اور خود حدیث کے الفاظ میں
 ان کو "اصحابی" کے بجائے "اصحابی" یعنی قلعہ دار نامی
 اسی طرح مشیر ہے۔

۶۔ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى صُبْرَةٍ أَنَا
 وَمَنْ أَنَسَبَنِي

ترجمہ:- آپ فرمادیتے کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف
 سے دعوت دیتا ہوں بصیرت کے ساتھ میں بھی اور جن لوگوں
 نے میرا پیچھا کیا وہ بھی۔

ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 تابع و متبع تھے، سب اس میں داخل ہیں۔

۷:- قُلِ الْخَيْرُ بِالْقِسْطِ أَسْلَمَ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ
 (مع لولہ تعالیٰ) ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ مِنْ
 عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ
 بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ، ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ (ن: ۳۲)
 ترجمہ - آپؐ کہہ دیجئے کہ جو سب اللہ کے لئے ہے اور سلام
 ہے ان بندوں پہ جن کو اللہ نے منتخب فرمایا ہے۔ (اس کے ساتھ
 دوسری آیت میں ہے) پھر وارث مادیہم نے کتاب کا ان
 لوگوں کو جن کا ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا، پھر بعض
 تو ان میں اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں، اور بعض ان میں
 متوسط درجے کے ہیں، اور بعض ان میں وہ ہیں جو خدا کی توفیق
 سے نیکیوں میں ترقی کئے چنے جاتے ہیں۔ یہ بڑا فضل ہے۔

اس آیت میں صحابہ کرامؓ کو "منتخب بندے" قرار دیا گیا ہے، آگے ان کی
 ایک قسم پر بھی قراردی ہے کہ "ان میں بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں" معلوم
 ہوا کہ اگر کسی صحابی سے کسی وقت کوئی گناہ ہوا بھی ہے تو وہ محافف کر دیا گیا، ورنہ پھر
 ان کو "منتخب بندوں" کے ذیل میں ذکر نہ فرمایا جاتا۔

لکھا ہے کہ کتاب یعنی قرآن کے پہلے وارث جن کو یہ کتاب ملی ہے صحابہ
 کرامؓ ہیں، اور نص قرآنی کی روش سے وہ اللہ کے منتخب بندے ہیں، اور پہلی آیت میں
 ان منتخب بندوں پر اللہ کی طرف سے سلام آیا ہے، اس طرح تمام صحابہ کرامؓ اس سلام
 خداوندی میں شامل ہیں (کنز ذمیرہ السخاوی فی شرح الذوق المعصیۃ)۔

۸:- سورہ حشر میں حق تعالیٰ نے عہد رسالت کے تمام موجود اور آئندہ آنے
 والے مسلمانوں کا حق طبعی کر کے ذکر کیا ہے، پہلا سہاجرین کا، جن کے بارے میں
 حق تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا:-

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضِلُّونَ.

یعنی یہی لوگ بے ہیں۔

دوسرا انصار کا، جن کی صفات و فضائل ذکر کرنے کے بعد قرآن کریم نے فرمایا۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضِلُّونَ.

یعنی یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو مہاجرین و انصار کے بعد قیامت تک آنے والا ہے، ان کے بارے میں فرمایا۔

وَالَّذِينَ خَاءُوا مِنْ يُغْلِبُهُمْ يَفْقَهُونَ رَبَّنَا اَعْفُوْنَا وَلَا تَجْعَلْنَا

اَلَّذِيْنَ نَسْفُوْنَا بِالْاَسْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا عِلَالًا

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.

ترجمہ:- اور وہ لوگ جو بعد میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ اے

ہمارے پروردگار! ہماری بھی مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں

کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، اور ہمارے دلوں میں

ایمان لانے والوں سے کوئی بغض نہ کرنا۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

نے سب مہاجرین و انصار صحابہ کے لئے استغفار کرنے کا حکم سب مسلمانوں کو دیا

ہے اور یہ حکم اس حال میں دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی معلوم تھا کہ ان کے باہم جنگ

و مقاتلہ بھی ہوگا۔ علماء نے فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے بعد

اسلام میں اس شخص کا کوئی مقام نہیں جو صحابہ کرامؓ سے محبت نہ رکھے اور ان کے لئے

وعادہ کرے۔

۹- وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ خُبَّ الْاٰمَنَآءِ وَزَيْنَةُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

میں اس کو معلوم ہو کہ وہ آخر تک موجبات رضا نہ پورا کرے گا، اور جس سے اسے
تحول دینا ہو اسے تو پکار بھی اس سے دامن نہیں ہوتا۔

صحابہ کرامؓ کا خصوصی مقام احادیث نبویہ میں

جن احادیث نبویہ میں ان معجزات کے فضائل و درجہات کا ذکر ہے، ان کو
ثما، کرنا اور کھنہ انسان ہی نہیں، بلکہ ضرورت بھی نہیں، اس سے یہاں چند آیات لکھی
جاتی ہیں جن میں پوری جماعت صحابہؓ کے فضائل و خصوصیات کا ذکر ہے، خاص خاص
افراد یا جماعتوں کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اس کو چھوڑ دیتا ہے۔
۱۔ صحیحین اور قرآن مجید میں حضرت عمران بن حشفین رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

حسب الناس قرنی ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم
الذين يلونهم، فلا ادرى ذكر قرنی او ثلاثة، ثم ان
بعدهم قوم يشهدون ولا يستشهدون ويخونون ولا
يؤمنون ويذلون ولا يوفون ويظهر فيهم السوء

(مسند الامامک، جمع الموائد ج ۲ ص ۲۵۰ طبع مصر)

ترجمہ: بہتر میں قرآن میرا ہے، پھر ان لوگوں کا دور ہے، پھر
ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے، اور انی کہتے ہیں کہ
مجھے یہ یاد نہیں رہا ہے۔ متصل لوگوں کا ذکر دوسرے فرمایا یہ تین
مرتبہ۔ اس کے بعد آیت آگے گئی کہ جو ہے کہ شہادت
دینے کو تیار نظر آویں، خیر نہ کریں گے، اور نہ دلائل ہوں گے،
مہم دشمنی کریں گے معام سے پورے نہ کریں گے، اور ان میں
(یہ سب غمیری کے) مٹاپے کا حیرت دہانت کا۔

اس حدیث میں متصل آنے والے لوگوں کا اگر واسطہ ذکر فرمایا ہے تو اسرا
قرون صحابہ اور تیسرا تابعین کا ہے، اور اگر تین مرتبہ ذکر فرمایا ہے تو چوتھا قرن تبع
تابعین کا بھی اس میں شامل ہوگا۔

۲۔ صحیحین اور ابوداؤد و ترمذی میں حضرت ابراہیم جدوی رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا تَسْبُوا اصْحَابِي فَإِنْ أَحَدُكُمْ لَوْ أَفْلَحَ مِثْلَ أَحَدِ ذَهَابِ
بَلِغَ مَدِّ أَحَدِهِمْ لَا نَصِيحَةَ. (مجمع لغوہ)

ترجمہ :- میرے صحابہ کو برا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے کوئی آدمی اگر
اُحد پیاز کے برابر سونا لے کر دلوں میں خرچ کرے تو صحابی کے
ایک مد بلکہ آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

لفظ ”عرب کا ایک پیاز“ ہے جو وزن کے لحاظ سے ”قُلْ“ کے مرقع تقریباً
ایک سیر کے برابر ہوتا ہے۔ اس حدیث نے بتلایا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت و محبت و تلمذ عظیم ہے جس کی برکت سے صحابی کا ایک عمل دوسروں
کے مقابلے میں دو نسبت رکھتا ہے کہ ان کا ایک سیر بلکہ آدھا سیر دوسروں کے پیمانہ
برابر وزن سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، ان کے اعمال کو دوسروں کے اعمال پر قیاس
نہیں کیا جاسکتا۔

اس حدیث کے شروع میں جو یہ ارشاد ہے: ”لَا تَسْبُوا اصْحَابِي“ یعنی
میرے صحابہ پر سب نہ کرو۔ لفظ ”نسب“ (ترجمہ اردو میں معمولی ”گالی دینا“ کیا جاتا
ہے۔ جو اس لفظ کا صحیح ترجمہ نہیں، کیونکہ ”گالی“ کا لفظ اردو زبان میں نفس کلام کے
لئے آتا ہے، حالانکہ لفظ ”نسب“ عربی زبان میں اس سے زیادہ عام ہے، ہر اس کلام
کو عربی میں ”سب“ کہا جاتا ہے جس سے کسی کی تنقیص ہوتی ہو، گالی کے لئے ٹھیک
لفظ عربی میں ”نسم“ آتا ہے۔

ہاتھ اٹھاتے ہیں یہ ہر اللہ نے "الصالح المصلون" میں فرمایا کہ اس حدیث میں انھیں "مصلون" کی بجائے "مفتی" کے لئے آیا ہے جو لعن طعن کرنے کے بغیر سے عام ہے۔ انہی سے اس لئے "مفتی" کا ترجمہ "مفتی" سے کیا ہے۔

۳ - ترمذی نے حضرت ابو القاسم مفضل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

«لقد اذی اصبی، لا نحمدہم عرضا من معدی»

«فمن احبهم فحی احبهم ومن ابغضهم فبغضی»

«بعضہم ومن اذہم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ»

«ومن اذی اللہ فیوشک ان یاحلہ» (یعنی تم لوگو! میں ۳۹)

ترجمہ - اللہ سے ڈرو اللہ سے مارو میرے سب کے معائنے

میں، میرے بعد ان کو (عین قتل) کا ٹیوٹ بناؤ کیونکہ جس

شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت

کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان

سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو بے ایمانی کی اس نے مجھے ایمان

پر چھائی، اور جس نے مجھے ایمان دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایمان

پر چھائی، اور جو اللہ کو ایمان پہنچانا چاہتا ہے تو قریب ہے کہ اللہ اس

کو عذاب میں پکڑ لے گا۔

اس حدیث میں جو یہ فرمایا کہ جس نے صحابہ کرام سے محبت رکھی وہ میری محبت کے ساتھ محبت رکھی، اس کے دوسری ہو سکتے ہیں، یہ کہ صحابی سے محبت رکھنا میری محبت کی علامت ہے۔ ان سے وہی شخص محبت رکھے گا جس کو میری محبت حاصل ہو۔ اور یہ سب یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ شخص میرے کسی صحابی سے محبت رکھتا ہے تو میں اس سے محبت رکھتا ہوں، اس طرح اس کی محبت صحابی کے ساتھ علامت اس کی

مجھ کو مجھے کسی شخص سے بہت ہے۔ ایک دوسرے کے اپنے اپنے نفس کو پا کے دیکھتے ہیں
 کہ جو شخص کسی سوچنی سے نہیں کہتا ہے، وہ دراصل مجھ سے نہیں دیکھتا ہے، یہاں تک کہ
 شخص سے نہ نہیں دیکھتا ہے تو میں اس شخص سے نہیں دیکھتا ہوں۔

انہوں نے میں سے جو بھی ہوں، یہ حدیث انا حضرات کی تشریح کے لئے
 کافی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و آلائہ تسبیح کا نشانہ بناتے اور ان کی
 حد تک ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن کو دیکھنے والے ان سے جو کماں ہو جانے یا کسی
 شخص کا اشارہ ان کے دل میں نہ ہے۔ تو یہاں تک کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے ایمان کے علم میں ہے۔

۴ - قرآن میں عورت پر نقد میں عربی لفظ ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا رايتك الدبس يجرى أصحابي فقولوا لعنة الله على
 شرکم۔ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۰۱)

ترجمہ: جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے
 ہیں تو تم ان سے کہو خدا ان لعنت ہے اس پر جو تم انہوں کو برا
 صحابہ کو برا کہتے ہو۔

لہذا یہ کہ صحابہ کرام کے ہاتھ میں یہ قرآن ہے جو ان کو لکھا گیا
 ہے۔ اس حدیث میں صحابی و نہ لکھا گیا والا تحقیق لعنت کرنا ہو گیا ہے، اور یہ قرآن لکھا
 چکا ہے کہ لفظ "سب" عربی زبان کے اعتبار سے صرف خوش گالی ہی نہیں کہتے بلکہ یہ
 ایسا کلمہ جس سے کسی کی شہرت، وقار یا دل آزاری ہوتی ہے اور لفظ "سب" میں
 دشمنی ہے۔

۵ - ابوداؤد، ترمذی میں احادیث سے عید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہ انہوں نے سنا کہ بعض اہل بیت امراء کے خصوصاً کے سامنے حضرت علی کریمؑ

جس کو بُرا کہتے ہیں، تو سعید بن زید نے فرمایا: افسوس! میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے سامنے اصحابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہا جاتا ہے اور تم اس پر غیور نہیں کرتے اور اس کو روکتے نہیں (ابن کثیر) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا ہے (اور) ہر حدیث بیان کرنے سے پہلے فرمایا کہ یہ بھی مجھے جوتہ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں تکلف سے صحنِ اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کروں جو آپ نے نہ فرمائی ہو کہ قیامت کے روز جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں تو آپ مجھ سے اس کا مواخذہ فرما دیں، یہ کہنے کے بعد حدیث بیان کی کہ: ما ہو بحر جنت میں ہیں، عر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں ہیں، اٹھ بست میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، سعید بن مالک جنت میں ہیں، عبدالرحمن بن عوف جنت میں ہیں، ابوسعید بن جراح جنت میں ہیں، یہ نو حضرات صحابہ کے نام لے کر دوسرے کو نام نہیں لیا، جب لوگوں نے پوچھا: سوال کون ہے؟ تو ذکر کیا سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) ۴۴: ۴۵، بعد توضیح کے ذکر نہیں کیا تھا، لوگوں کے اس ارہ پر طعنے لگے ان کے بعد حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

وَالَّذِي احْتَضِرُ رَحِمَ مَنِيَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَعَثَ فِيهِ وَجْهًا خَيْرَ مَنْ عَمِلَ أَحَدُكُمْ وَلَوْ خَيْرَ عَمَلٍ
وَحَدَّثَ: (تبع اللہ، ج ۲، ص ۳۰۲، طبع مصر)

ترجمہ:- اللہ اکی قسم ہے کہ وہ پہلا شخص ہے کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا جس میں اس کا چہرہ غبارِ آلودہ ہو جائے، غیر صحابہ سے ہر شخص کی طرح کی عبادت و عمل سے بچتا ہے اگرچہ اس کو ہر نوعِ اعلیٰ اسلام، اعلیٰ ہدایت دے۔

۶۰- ارعہ احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:-

مَنْ كَانَ مَأْسِيًا فَيَتَابِ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّبَعَهُمْ أَمَرَ هَذِهِ الْأُمَّةَ قُلُوبًا وَأَعَمَّقَهَا عَمَّا وَافَقَهَا تَكَلَّفًا وَأَقْوَمَهَا هَدًى وَأَحْسَنَهَا حَالًا. قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللَّهُ بِصَحْبَةِ نَبِيِّهِ وَالْقَائِمَةِ دِينِهِ. فَأَعَزَّنَا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَتَبِعُوا أَتَارَهُمْ فَاتَّبَعَهُمْ كَانُوا عَلَى الْهَدَى الْمُسْتَقِيمِ.

(شرح مفید، ج ۲، ص ۲۸۰)

ترجمہ :- جو شخص ائمہ و کرامنا پیچتا ہے اس کو پیچنے کے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ائمہ، کرام، کیونکہ یہ حضرات سرری امت نے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے رکے۔ اور ظہر کے اعتبار سے گہرے، اور تکلف و غاوت سے اُلب، اور عادات کے اعتبار سے معتدل، اور عادات کے اعتبار سے بھتر ہیں۔ یہ دو قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی محبت اور ایم کی قیامت کے لئے پسند فرمایا ہے، تو تم ان کی قدر پہچانو اور ان کے آثار کا اتباع کرو کیونکہ یہی لوگ مستقیم طریق پر ہیں۔

۷۔ اور ابو داؤد علی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سے روایت کیا ہے :-

إِنَّ اللَّهَ يَنْظُرُ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ فَيَنْظُرُ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَعْنِي بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ يَنْظُرُ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْجِدَ قُلُوبِ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاتَّخَذَهُمْ تَحْصِيَةَ نَبِيِّهِ، وَنَصْرًا دِينِهِ.

(مسلم یعنی شرح المعجم، ج ۲، ص ۲۸۰)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کے دلوں پہ نظر ڈالی تو

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب قلوب میں بہتر پایا، ان کو اپنی رسالت کے لئے مقرر کر دیا، پھر قہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے قہر پر نظر فرمائی تو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب کو دوسرے سب بندوں کے قلوب سے بہتر پایا، ان کو اپنے نبی کی صحبت اور دین کی نصرت کے لئے پسند کر لیا۔

۸:- منہر ہزار میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ سنو صحیح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ان الله اختار أصحابي على العالمين سوى النبيين والمرسلين واختار لي من أصحابي أربعة يعني أبي بكر وعمر وعثمان وعلي فجعلهم أصحابي. وقال: في أصحابي كنهم خير.

۹:- در عوہم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله اختارني واختار لي أصحابي فجعل منهم وزراء واختصاصا وأصحاباً فمن منهم لعله لمة الله والملائكة والناس أجمعين. ولا يقبل الله منه يوم القيامة صرفاً ولا عدلاً. (تفسیر قرطبی، سورۃ فتح، مجمع الزوائد ۱۰-۱۲)

۱۰:- حضرت عراب بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

انه من بعثتكم فيرى اختلافكم كثيراً فعليكم بسنة وسنة الحلفاء الراشدين غصوا عليها بالنواجذ، وإياكم

وحدثنا الامور في كل بقعة ضلالة

اور وہ اہم احمد والوجود والرمضیٰ وبن ماسہ وبن لرمضیٰ: حدیث حسن صحیح، ولعل لہو نعم: حدیث جند صحیح از سفارچی ص: ۳۸۰، ترجمہ۔ تم میں جو شخص میرے بعد رہے تو بہت اختلافات، کہے گا، تو تم لوگوں پر اہم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرو، اس کو دشمنوں سے منسوب تھا۔ اور نہ ایجاد اہمال سے پرہیز کر، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کی طرف ضلالت راشدین کی سنت کو بھی واجب الاتباع اور فتنوں سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح دوسری متحدہ احادیث اور متحدہ صحابہ کرام کے اہم سے کرمسلمانوں کو ان کی اقتداء، اتباع اور ان سے ہدایت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی ہے، یہ روایات صحیح کتب حدیث میں موجود ہیں۔

قرآن و سنت میں مقام صحابہ کا خلاصہ

مذکورہ اسناد قرآنی اور روایت حدیث میں یہی تھیں کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و ثبات اور ان کو رضوان الہی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے، بلکہ امت کو ان کے ادب و احترام اور ان کی اقتداء کا حکم بھی دیا گیا ہے، ان میں سے کسی کو نہ اسے پر سخت و خبیث بھی نہ ملتی ہے، ان کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ان سے نفی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی قرار دیا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی وہ منصب اور درجہ ہے جس کو زیر نظر مقالے "مقام صحابہ" میں پیش کرنا ہے۔

اس پر امت محمدیہ کا اجماع

ایک دوسرے فرقوں کو چھوڑ کر باقی امت محمدیہ کا ہمیشہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اسی اصول پر اجماع و اتفاق رہا ہے جو اوپر کتاب و

سنت کی نصو میں سے ثابت کیا گیا ہے۔

۱۔ صوفیہ سرگم کے بعد ازہر قرآن حضرات جمعین کا ہے۔ جس کو احادیث مذکورہ میں "خیر القرون" میں داخل کیا ہے۔ اس خیر القرون حضرات جمعین میں بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سب سے اعلیٰ مانے گئے ہیں، انہوں نے اپنے ایک مکتوب میں صحابہ کرامؓ کے وہ منہ کی وضاحت اور لوگوں کو اس کے پابند ہونے کی تاکید لفظاً ذیل میں فرمائی ہے۔ یہ طویل مکتوب حدیث کی مشہور کتاب مسند ابی داؤد میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے، اس کے ضروری جملے جو مقام مخاطب نے متعلقہ جہز یہ ہیں:

لما رضى لنفسك ما رضى به اقدم لانفسهم فانهم على
علمهم وقضوا وبصر ما قد كفوا وهم على كشف الامور
كانوا اقوى وبفضل ما كانوا فيه لؤى فان كان الهدى ما
انتم عليه لقد بسفتموهم فيه وليس فلفم انما حدث
بعدهم ما اخذته الا من اتبع غير مبلهم ورعب غسه
عنهم فانهم هم السابقون فقد تكلّموا فيه بما يكفى
ووصفوا منه ما يشقى فما دونهم من مفسر وما فوقهم
من محسّر وقد قصر قوم دونهم فجفوا وطمع عنهم اقوام
فعلوا وانهم بين ذلك لعلنى هدى مستقيم . . الخ

ترجمہ:۔ جس شخص میں پائے کہ اپنے لئے وہی طریقہ اختیار کراد
جس کو قوم (صوفیہ سرگم) نے اپنے لئے پسند کر لیا تھا، اس لئے
کہ وہ جس حد پہ پھرے ہم کے ساتھ ٹھہرے، اور انہوں نے
جس چیز سے لوگوں کو روکا، آپ اور میں نظر کر بنا۔ پر روکا اور
بالخصوص وہی حضرات و قبیح شکلوں اور ملکی الجھنوں کے کھولنے پر
قدور تھے اور جس کام میں تھے اس میں سب سے زیادہ فعالیت

نے اسی مشق تھے۔ پس اگر ہدایت اس طریق میں مان لی جائے جس پر تم ہو تو اس کے یہ معنی ہیں کہ تم نقصان میں ان سے سبقت لے گئے (جو بالکل محال ہے)، مگر تم یہ کہو کہ یہ چیزیں ان حضرات کے بعد بنی ہوئی ہیں (اس لئے ان سے یہ طریقہ معقول نہیں) تو کچھ ذکر ان کو ایذا کرنے والے ہیں لوگ ہیں جو ان کے راستے پر نہیں ہیں اور ان سے طبعاً دور ہے۔ لے ہیں کیونکہ یہی حضرات سر تقیہ ہیں جو معاملات دین میں اتنا کام کر گئے ہیں جو بالکل کافی ہے اور اس کو اتنا بیان کر دیا جو شفا دینے والا ہے، پس ان کے طریقے سے کی کوئی کرنے کا بھی موقع نہیں ہے اور ان سے زیادہ فی کرنے کا بھی کسی کو حوصلہ نہیں ہے اور بہت سے لوگوں نے ان کے طریقے میں کوتاہی کی وہ مقصد سے دور ہو گئے، اور بہت سے لوگوں نے ان کے طریقے سے زیادتی کا ارادہ کیا وہ غلو میں مبتلا ہو گئے، اور یہ حضرت افراتہ و ترفیہ اور کوئی نے درمیان ایک راہ مستقیم پر تھے۔

افضل الراۓین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جن کی خلافت کو بعض علماء نے خلافت راشدہ کے ساتھ مانا ہے اور ان کے وہ خلافت میں اسلامی قوانین کی تنفیذ اور شعائر اسلام کا اعلاء بذریعہ خلافت راشدہ ہی کے طریقہ پر ہوا ہے وہ ان کے اس ارشاد کے مطابق ایک دو عمر اور قرآن کے علاوہ پوری اُمت محمدیہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اسی عقیدے پر اجماع و اتفاق کیا۔ یہ اس اہتمام کا عنوان عام طور پر کتب حدیث اور تفسیر عقائد میں یہ ہے کہ: "المصاحبة کلہم عدول" حاصل مقبول اس جیسے کا وہی ہے جو ان کی کتاب و سنت کے حوالوں سے صحیح کرام کے درجہ و مقام کے متعلق تصدیق ہے۔

”الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ غَدُولٌ“ کا مشہورم

فقہ ”غدول“ لغول کی جمع ہے، یہ اصل میں صہر ہے جسے ہزار ہا گرتے گئے معنی میں، اور محدث وراثت میں اس شخص کو ”لغل“ کہا جاتا ہے جو حق و انصاف پر قائم ہو، یہ لغز قرآن کریم میں بھی آیا، ہمارا آپا ہے، حدیث میں بھی، کتب تفسیر میں بھی اس پر بحث ہے اور اصول حدیث، اصول فقہ اور عام فقہ میں اس کے اصطلاحی اور شرعی معنی کی تعیین کی گئی ہے، ابن صراح رحمہ اللہ نے فرمایا:-

تفصيلا فان يكون مسلما بالغاً عاقلاً، سائفاً من اسباب
الفسق وجوارم الممروءة. رعلوہ الحدیث لاس مباحث
شہدہ۔ - اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان ”مردن، بالغ، عاقل ہو
اور اسباب فسق سے، نیا خلاف مروت انمول سے محفوظ ہو۔
اور شیخ الاسلام نووی رحمہ اللہ نے ”تقریب“ میں فرمایا:-

عدلاً ضابطاً وان يكون مسلماً بالغاً عاقلاً، سليماً من
اسباب الفسق وجوارم الممروءة.

حواشی بھی، اللہ نے اس کی تشریح ”تقریب“ میں فرمائی:-
وغیر العدل فان يكون مسلماً بالغاً عاقلاً والی قولہ
سليماً من اسباب الفسق وجوارم الممروءة.

(تقریب وراوی میں ۹۷)

حافظ ابن حجر مستقانی رحمہ اللہ نے "شرح نحبہ العکبر" میں فرمایا:-
والمراد بالعدل من لہ ملکہ لحملہ علی ملازمة التقوی
والمرودة والمراد بالتقوی اجتناب الأعمال السیئة من
شركة أو طسق أو بدعة.

ترجمہ:- "عدل" سے مراد وہ شخص ہے جسے ایسا ملکہ حاصل ہو جو
اُسے تقویٰ اور مروت کی پابندی پر براجمت کرے۔ اور تقویٰ سے
مراد شرک، فسق اور بدعت جیسے اعمال بد سے اجتناب ہے۔

"الدور المختار، کتاب الشہادت" میں عدالت کی تفسیر یہ کی ہے:-

ومن لو ترکب صغیرة بلا اصرار وان اجنب الکبائر
کلتها، وعلم صوابه علی صفاته، درر وغیرها، قال:
وهو معنی العدالة، قال: ومتی ارتکب کبیرة
سقطت عدالته.

ترجمہ:- اور وہ شخص (بھی عادل ہے) جس سے صغیرہ گناہ بغیر
اصرار (بدعت) کے صادر ہو جاتا ہو بشرطیکہ وہ تزام کبیرہ
گناہوں سے پرہیز کرتا ہو، اور اس کے درست افعال اس کے
صغیرہ گناہوں سے زیادہ ہوں (درر وغیرہ)۔ یہی عدالت کے
معنی ہیں، اور کوئی شخص جب کبھی کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا،
اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی۔

اس کی شرح میں ابن عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا:-

فی الفساری الصغریٰ حیث قال: العدل من یجتنب
الکبائر کلتها حتی لو ارتکب کبیرة تسقط عدالته، وغی

لصغار العرفه يعلمه أو الاصرار على الصغرة فصير
كبيراً ولذا قال علي بن حمزة آه قوله سقطت عداله
ويعود ان قال ... الخ

(رد المحتار: نور العالین ص ۱۴۳)

ترجمہ: قاضی نے فرمایا کہ اس نے اس کو "صغیر" کہہ دیا جو کہ صغیر
کتابوں سے مجتہب ہو، یہاں تک کہ اگر ایسا کچھ نہ ہو، تو
اس کتاب بھی کرے کہ قرآن کی احکامات پر مبنی ہو جائے۔ اور
صغیر و کماول میں اتنا اکثریت کا ہے، یہ پھر کسی صغیر و کماول
اسرار (مرومیت) کا، کیونکہ اس صورت میں صغیر و کماول
جائز ہے، اس لئے مختلف (درختہ) نے یہ کہا ہے کہ اس نے
زبردست افعال زیادہ ہوئے۔ اور مختلف نے یہ کہا کہ یہ وہ
اسرار سے احکامات پر مبنی ہو جائے گی، (اس میں اتنا اضافہ کرنا
چاہئے۔) اگر وہ قرآن کرے تو احکامات کو آئے گی۔

فقہاء و محدثین کی مذکورہ بالا ائمہ بیانات میں "عدل" اور "عدالت" کی ایک
یہ تفسیر ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ سلطان کا قتل ہونے والا، کچھ دنوں میں سے مجتہب
ہو، کسی صغیر و کماول پر مبنی ہو، بہت صغیر و کماول کا رد ہوا ہو، یعنی تفسیر شرعی سے
"تقصیر" کا، جیسے کہ فقہاء عہدین، اللہ تعالیٰ کی صورت پر مذکورہ میں ہے، جس کا ہاتھ بیل
"تقصیر" ہے، جس شخص کی عدالت کو ساقط کر دیا جائے کہ تو اسطرح شرع میں اس کو
"کافر" کہا جائے گا۔ اور پرہیزگاری سے قیام نہ کرنا، تمام دنوں میں "تقصیر" و "معتصم"
کے "عدل" ہونے پر اجازت دے لیا گیا ہے، اس لئے اپنی عبادتوں سے بھی
"عدل" اور "عدالت" کی یہی تفسیر معصوم ہوتی ہے۔

ایک اشکال و جواب

یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف اہمیت کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ صحیحہ کرامت معصوم نہیں۔ ان سے کبیرہ صغیرہ ہر طرح کے تباہی کا صدور ہو سکتا ہے اور ہوا بھی ہے، دوسری طرف یہ عقیدہ اوپر لکھا گیا ہے کہ سب کے سب "عدول" ہیں، اور "عدول" کے معنی اصطلاحی بھی سب کے نزدیک یہ ہیں جو کسی گناہ، پیروہ، یا سرکاب اور صغیرہ پر مصر نہ ہو، اور جس سے گناہ، پیروہ سرزد ہو گیا ہو، صغیرہ پر اصرار ثابت ہو گیا ہو، "ماتوا اعدائکم" کہلئے گا، جس کا اصطلاحی نام "فلاح" ہے۔ یہ لکھا ہو تضاد ان دونوں عقیدوں میں ہے۔

اس کا جواب مجبوراً عہدہ کے نزدیک یہ ہے کہ صحیحہ کرامت سے اگرچہ کوئی بڑا کبیرہ یا بڑا بھی سرزد ہو سکتا ہے اور ہوا بھی ہے، مگر اتنا میں اور عام افراد اہمیت میں ایک فرق ہے کہ گندہ کبیرہ و غیرہ سے جو کوئی شخص مسافط العداۃ یا فاسق ہو جاتا ہے، اب اس کی صفات تو بہ سے ہو سکتی ہے، جس نے توبہ کر لی یا کسی نہ، جیسے سے یہ مضامین جو یا کہ اس کی صفات کی وجہ سے حق تعالیٰ نے اس کا یہ گناہ معاف کر دیا، وہ پھر "عدول" یا "حق" کہلائے گا، اور جس نے توبہ نہ کی وہ مسافط العداۃ و فاسق قرار دیا جائے گا۔

اب توبہ کے معاملے میں عام قواعد اہمیت اور صحیحہ کرامت میں ایک ذرا امتیاز یہ ہے کہ عام افراد اہمیت کے بارے میں یہ ضمانت نہیں ہے کہ انہوں نے توبہ کی یا نہیں کی؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس کی صفات نے سب ضمانت کا کف و کفایت کیا۔ ان کے بارے میں جب تک توبہ کا ثبوت نہ ہو جائے یا کسی نہ، اس سے عند اللہ معافی کا ظہور ہو جائے ان کو مسافط العداۃ و فاسق قرار دیا جائے گا، نہ ان کی ضمانت قبول ہوگی، نہ دوسرے معاملات میں ان کا اعتبار کیا جائے گا، مگر صحیحہ کرامت کا معاملہ

متعدہ احادیث مختلف الفاظ، اسناد و معنی کے ساتھ کتب حدیث و تفسیر میں موجود ہیں، اور ہم صحابہ کرامؓ ان لوگوں کے حق میں یہ اعلان سورہ توبہ میں اس طرح آیا:-

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأُغْفِرَ لَهُمْ
جَنَّتِ النَّجْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ عَلَيْهِمْ أَغْفِرَ اللَّهُ ذَلِكِ
الْفَوْرُ الْمَغْفِرُ.

ترجمہ:- مہاجرین و انصار میں سے جو سب سے پہلے ہجرت
کرنے والے ہیں اور انھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی اتباع
کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ
نے ان کے لئے ایسے جنت تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہر ہیں
باقی ہیں، ان میں سے ہمیشہ رہیں گے، یہ عظیم کامیابی ہے۔

سورہ المدیہ میں صحابہ کرامؓ کے بارے میں اعلان فرمایا:-

وَسَيُكْفَلُكُمْ اللَّهُ الْخَيْرَ

ترجمہ:- اللہ نے ان میں سے ہر ایک سے احسنی کا وعدہ کر لیا ہے۔
پھر سورہ انفیاء میں "خسنى" کے متعلق یہ ارشاد ہے -

إِنَّ الَّذِينَ نَسَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْخَسَىٰ أُولَٰئِكَ غَنَاهَا مُبْعُونَ.
یعنی وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے سنی مقدور کردی گئی
ہے وہ اس جہنم سے دور کئے جائیں گے۔

اس کا حاصل ظاہر ہے کہ سب ہی صحابہ کرامؓ کے حق میں یہ فیصلہ فرما دیا کہ
وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

نیز سورہ توبہ میں ارشاد ہے:-

لَقَدْ ثَابَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ

تَسْمُوهُ قُلُوبُ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَذَبُوا بِرَبِّهِمْ فَلَوْ أَنَّ
 هَؤُلَاءِ لَفِي ضَلَالٍ عَظِيمَةٍ اِنَّهُمْ لَوَافِدٌ وَاٰجِبُونَ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نبی اور ان مہاجرین و انصار کی قریب فرمائی جنہوں نے تجھی کے وقت میں نبی کی پیروی کی، بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک فریق کے اہل کفر ہو جائیں۔ پھر اللہ نے ان کو معاف کر دیا بلاشبہ وہ ان پر بہت مہربان رحمت کرنے والا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم نے اس کی عنایت سے وہ نبی کے حضرات تک پہنچائیں اور ان میں سے کئی تھے بھی، اگر عمر جبر میں کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو وہ اس پر قائم نہ رہے گا، توپ کر لے گا، یا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و نصرت و روئے کی خدمات مقیدہ اور ان کی بے شمار حسنات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔ اور ان کی نسبت اس سے پہلے نہ ہوگی کہ ان کا گناہ معاف ہو کر وہ معاف ہے باقی ہو جائیں، اسی لئے ان میں سے کسی بھی صحابی و مسافط العدالۃ یا قس نہیں کہہ جاسکتا۔ صدورائزہ کے وقت اس پر تمام وہی احکام نافذ ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں پر ہوتے، حد شرعی یا تعزیری سزائیں جو وہ مسلمانوں کے لئے ہیں وہ ان پر جاری کی جائیں گی، اور صدورائزہ کے وقت اس عمل کو فسخ بھی کہا جائے گا، جیسا کہ آیت "وَإِنْ خِفَا ظَنُّكُمْ فَاسْقُوا آبًا" سے معلوم ہوتا ہے، اگر چونکہ ان کی توبہ یا طاعتی ہمیں قرآن معظم و وحی سے اس لئے ان کو کسی وقت بھی ساتھ احکامات فاسق نہ کہا جائے گا، لہذا حقیقۃ اللہ فی روح البغی نعمۃ، وَإِنْ خِفَا ظَنُّكُمْ فَاسْقُوا۔

قاضی بوہمن رحمہ اللہ نے آیت ان کے تحت فرمایا:-

الرخصی من اللہ صفت قدیمۃ فلا یوضی الامن عبد
 سلم انه موافق علی موجبات الرخصی، ومن وصی اللہ عہ

لَمْ يَسْخَطْ عَلَيْهِ أَبَدًا. (انصار المسلول لابن تيمیہ)

ترجمہ:- اور اللہ کی خوشنودی، باری تعالیٰ کی ایک منفست قدیر ہے، لہذا اللہ تعالیٰ صرف اس بندے سے راضی ہوتا ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ رہنمائی کے موہبات کا جو رخ ہے، اور جس سے اللہ راضی ہو جائے اس پر بھی ناراض نہیں ہوگا۔

معاذہ کرام! کے غیر معصوم ہونے اور سب کے عدول میں جو ایک لمحہ بری تعارض ہے اس کا جواب جمہور علماء و فقہاء کے نزدیک یہی ہے اور وہ بالکل واضح اور صاف ہے۔

اور بعض علماء نے جو عدم عصمت اور عمومِ عدالت کے تقنا سے بچنے کے لئے ”عدالت“ سے مفہوم میں یہ ترسیم فرمائی کہ یہاں ”عدالت“ سے مراد تمام اوصاف و اعمال کی عدالت نہیں بلکہ صرف روایت میں کذب نہ ہونے کی عدالت مراد ہے، یہ لغت و شرع پر ایک زیادتی ہے، جس کی کوئی ضرورت اور کوئی وجہ نہیں، اور ان حضرات کے پیش نظر بھی اس ترسیم کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اس کی رو سے کسی سحابی کو اپنے عمل و کردار کی حیثیت سے مسافط العداۃ یا فاسق قرار دیا جا چکے ہیں، ان کے قلمات دوسرے مواقع میں خود اس کی غمی کرتے ہیں۔

اسی ضرب کا ایک مضمون حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کی طرف ان نے لکھی ہے جو اگلے سے منسوب کیا گیا ہے، یہ مضمون کیا وجہ سے ایسا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ جیسے جامع علوم بزرگ کی طرف اس کی نسبت کسی صورت سمجھ میں نہیں آتی، اور ”قدونی عزیز می“ کے نام سے جو مجموعہ شائع ہوا، یا ہے وہ اسے حقیق یہ سب معلوم ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے نہ خود ان کو منع فرمایا ہے، نہ ان کی زندگی میں رو شائع ہوا ہے، وقت کے معصوم نہیں کتنے عرصہ بعد مختلف لوگوں نے پس جہان کے خطوط و قلمی دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ان کو جمع کر کے یہ مجموعہ شائع

ہو، ہے، اس میں بہت سے احتمالات ہو سکتے ہیں کہ کسی نے کوئی حدیسیں اس میں کی ہو اور غلط بات ان کی طرف منسوب کرنے کے لئے قزوی کے مجموعے میں شامل کر دیا ہو، اور اگر بالفرض یہ واقعی حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ ہی کا قول ہے تو وہ بھی بمقابلہ جمہور علم و فقہاء کے متروک ہے۔ (واللہ اعلم)

علم حدیث کا وہ کام کی تقریباً سبھی کتابوں میں، اسی طرح اصول حدیث کی سب کتابوں میں اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے، جس میں سے چند کے حوالے اس جگہ نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۲:- حدیث اور اصول حدیث کے امام ابن صالح رحمہ اللہ "علوم الحدیث"

میں تحریر فرماتے ہیں:

للمصحابة بأسرهم خصيصة وهي لا يسأل عن عدالة
أحد منهم بل ذلك أمر مفروغ عنه لكونهم علمي
الاطلاق معدلين بنصوص الكتاب والسنة واجماع من
يحدث به في الاجماع من الأمة، قال تعالى: كُتِبَ خَيْرَ أُمَّةٍ
أُخِرَ جُثُ النَّاسِ، قيل: اتفق المفسرون على أنه وارد في
أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إنهم سرور بعض
النصوص القرآنية والأحاديث كما ذكرنا سابقاً.

(علوم الحدیث ص ۲۴۳)

ترجمہ:- تمام صحابہ کرام کی ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی کی عدالت (عقیدہ و عقل) ہونے کا سوال بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ایک طے شدہ مسئلہ ہے، قرآن و سنت کی تسویس تقبیہ اور اجماع اُمت جن لوگوں کا معتبر ہے ان کے اجماع سے ثابت ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بہترین اُمت

ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ:
مفسرین مفسرات ۵ ان پر اتفاق ہے کہ یہ آیت اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آئی ہے۔

۳- حاجہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے مقدمہ ”استیعاب“ میں فرمایا:-
فہم حبر القرون وخیر أمة أخرجت للناس تحت عدالة
جميعهم بثناء الله عز وجل عليهم وثناء رسول الله صلى
الله عليه وسلم ولا تعدل معن ارتضاء الله بصحبة نبيه
صلى الله عليه وسلم ونصرته ولا تزكبة أفضل من
ذلك ولا تعديل أكمل منها، قال تعالى: مُحَمَّدٌ رَسُولُ
الله وَالَّذِينَ مَعَهُ (الاستیعاب تحت الاسیۃ ص ۱۲)
ترجمہ - یہ حضرات صحابہؓ ہر ذلہ نے کئے وقرآن سے افضل ہیں اور
وہ ہجرت امت میں جسے اللہ نے رسول (کی ہدایت) کے لئے
پیدا فرمایا، ان سب کی عدالت اسی طرح ثابت ہے کہ اللہ نے
بھی ان کی تعریف و توصیف فرمائی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے بھی۔ اور ان لوگوں سے بڑھ کر کون عادل ہو سکتا ہے
جنہیں اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و نصرت کے
لئے بنن لیا ہو، کسی شخص کے حق میں نہ اہل و شہادت کی، کوئی
اس شہادت سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔

امام احمد رحمہ اللہ کا اپنا ایک رسالہ اصضحوی کی روایت سے منقول ہے،
اس میں فرمایا:-

لا يجوز لأحد أن يذكر شيئاً من مساوئهم ولا أن يعطن
على أحد منهم عيب ولا نقص لمن فعل ذلك رجب

تأذیہ۔ وقال الميموني: سمعت أحمد يقول: ما لهم
وسعاوية سأل الله العافية. وقال لي: يا أبا الحسن! إذا
رأيت أحدا يذكر أصحاب رسول الله صلى الله عليه
وسلم بسوء فاتهمه على الإسلام.

(ذکرہ بن نعیمة فی المصابرة المنسلول)
ترجمہ۔ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان کی کوئی برائی ذکر
کرسے۔ اور ان پر کسی عیب یا نقص کا الزام لگائے، جو شخص ایسا
کرسے ان کی تادیب واجب ہے۔ اور مینونی رحمہ اللہ فرماتے
ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں
کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کرتے
ہیں، ہر اللہ سے عافیت کے طلب کار ہیں، اور پھر مجھ سے فرمایا
کہ: تب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کا ذکر برائی کے ساتھ کر
رہا ہے اس کے اسلام کو مشکوک سمجھو۔

۵:- امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تقریب" میں فرمایا:-
الصحابۃ کلہم عدول من لاس الفتن وغیرہم باجماع
من یحدث بہ.

ترجمہ۔ صحابہؓ سب کے سب عدل میں، جو اختلافات کے مسئلے
میں مبتلا ہوئے وہ بھی اور دوسرے بھی۔

۶ - علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اسی "تقریب" کی شرح "معرب العراوی"
میں پہلے اس کے ثبوت میں وہ آیات قرآنی اور روایات حدیث لکھی ہیں جن کا ایک
حصہ اوپر لکھا جا چکا ہے، پھر فرمایا:-

ان سب حضرات کا تعدیل و تحقید سے بالاتر ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ

حضرات امامان شریعت ہیں، اگر ان کی عدالت مشکوک ہو جائے تو شریعت محمدیہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی تک محدود ہو کر رہ جائے گی، قیامت تک آنے والی نسلوں اور دور وازد کے ملکوں اور نسلوں میں عام نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد بنی اہل کوٹوں نے اس مسئلے میں کچھ اختلافی پہلوئیں دیکھیں، ان پر رد کر کے آخر میں فرمایا:-

والقول بالتحمیم هو الذي صرح به الجمهور وهو

المعتبر. (تدريج الروایہ ص: ۱۰۰)

ترجمہ: عدالت کا تمام صحابہ کرام میں عام ہونا ہی بہرہ کا قول ہے، اور وہی معتبر ہے۔

۷۔ علامہ کمال الدین تمام رحمہ اللہ نے عقائد اسلامیہ پر اپنی جامع کتاب ”مسارۃ“ میں لکھا ہے:-

واعتماد اهل السنة والجماعة تركية جميع الصحابة

وجوباً باثبات العدالة لكل منهم والكف عن لظعن فيهم

والثناء عليهم كما شئى الله سبحانه وتعالى عليهم.

(ثم سرود الآيات والروایات التي مرّت).

(مسارۃ ص: ۱۳۹ طبع دیوبند)

ترجمہ:- عقیدہ اہل سنت و الجماعت کا تمام صحابہ کرام کا ترکہ یعنی

مکنا ہونا سے چاکی چون کرنا ہے، اس طرح کہ ان سب کے

عدل ہونے کو ثابت کیا جائے اور ان پر کسی قسم کا غصہ کرنے

سے پرہیز کیا جائے اور ان کی عدت و ثنا کی جائے جیسا کہ اللہ

تعالیٰ نے اہل سنت کی مدح فرمائی ہے۔ (پھر انہیں ہم رحمہ اللہ نے وہ

آیات و روایات نقل کی ہیں جو اوپر گزر چکی ہیں)۔

۸۔ مائیکہ میں جیہہ امر اللہ نے شرح عقیدہ واسطیہ میں فرمایا۔

ومن أهل السنة والجماعة سبعة قلوب بهم
والسنة لأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
كما وصفهم الله تعالى في قوله تعالى والمدن حثام من
نعمهم الآية. (شأن تہجد، ص ۳۳) شیخ صرا
آئمہ اہل سنت کے مجموعہ عقائد میں یہ بات بھی درج ہے
اور اپنے قول اور قول لو صحابہ کے معنی میں صرف
رہتے ہیں۔ مجرمانہ لفظ تھاں کے اس آیت میں بدل فرمایا
اور ابیہی صافاً من نعمہم۔ طبع۔

۹۔ حدیث بخاری میں اللہ نے اپنی کتاب "الدرہ الضیئۃ" اور میں
شرین، صرف میں، عقائد پر تحریر فرمائی ہے کہ "لجميع الأئمة من قبل شرح
الدرہ الضیئۃ" کے نام۔ یہ شائع ہوئی اس شرح فرماتے ہیں۔

والذي جمع عنه أهل السنة والجماعة أنه حب علي
كأن أحد من كبة جميع الصحابة باليات تعدالة حب
والكف عن القطع فيهم وإنشاء عليهم فقد أثنى الله
سبحانه عليهم في عدة آيات من كتابه العزيز على أنه لم
لم يرد عن الله ولا عن رسوله فيهم شيء، وأوجب الحال
التي كانوا عليها من الهجرة والجهاد ونصرة الدين
ومن المصحح والأموال وقيل الأبناء والأولاد
والمناسحة في الدين وقود الأمان واليقين القطع
نعمتهم والاعتقاد لراحتهم وإيهم أفضل جميع الأمة
بعد نبيهم، هذا مذهب كافة الأمة ومن عليه لمؤمن من
الأئمة. (شأن تہجد، ص ۳۳)

ترجمہ:- اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ تمام صوبہ کو پاک صاف سمجھے، ان کے لئے حد مت ثابت کرے، ان پر اعتراضات کرنے سے بچے، اور ان کی حد مت جو صیغہ کرے، اس لئے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عایہ کی متعدد آیت میں ان کی حد مت و ثنائی ہے، اس کے علاوہ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیحی فضیلت میں کوئی بات منقول نہ ہوتی تب بھی ان کی حد مت پر یقین اور پابندی کا اعتقاد رکھنا، اور اس وقت پر ایمان رکھنا ضروری ہوتا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری امت کے افضل ترین افراد ہیں، اس لئے ان کے تمام حالات اسی کے مقتضی تھے، انہوں نے ہجرت کی، جہاد کیا، دین کی نصرت میں اپنی جان و مال کو قربان کیا، اپنے آپ بیٹوں کی قربانی پیش کی، اور دین کے معاملے میں باہمی خیر خواہی اور ایمان و یقین کا اپنی مرتبہ حاصل کیا۔

۱۰- اسی کتاب میں امام ابو زرہ عرقی رحمہ اللہ جو امام مسلم رحمہ اللہ کے

بڑے استاد و شاگرد ہیں، ان کا یہ قول نقل کیا ہے:-

اذ ائمت الرجل ینقص أحدہ من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم الہ زندقۃ وذلک ان القران حق والرسول حق وما جاء بہ حق، وما اذی ذلک الینا کل الا الصحابة، فمن حرجهم انما اراء ابطان الکتاب والمسة فیسکون البحر بحہ النیق والحکم علیہ بالمدقة

والضلال اقروم واحق. (ج ۲ ص ۲۸۹)
 ترجمہ:- جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی
 بھی تقلید کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے، اس لئے کہ
 قرآن حق ہے، رسول حق ہیں، جو تعلیمات آپؐ لے کر آئے وہ
 حق ہیں، اور یہ سب چیزیں ہم تک پہنچانے والے صحابہؓ کے ہوا
 کوئی نہیں، تو جو شخص ان کو بھروسہ کرتا ہے، وہ کتاب و سنت کو
 باطل کرنا چاہتا ہے، لہذا خود اس کو بھروسہ کرنا زیادہ مناسب
 ہے، اور اس پر گمراہی اور زندگی کا حکم لگانا زیادہ قرین حق و
 انصاف ہے۔

۱۱- اسی کتاب میں حافظ حدیث ابن حزم اندلی رحمہ اللہ سے اس مسئلے میں
 یہ قول نقل کیا ہے:-

قال ابن حزم: الصحابة كلهم من أهل الجنة قطعا، قال
 تعالى: لَا يَسْخَرُونَ مِنْكُمْ مِنْ أَتَقَى مِنَ قَلْبِ الْفَجْجِ وَفَاتِلِ
 أُولَئِكَ الْكُفْرُ ذَرْخَةُ بَيْنَ الْبَيْنِ الْفَقْفُؤُا مِنْ بُعْدِ وَفَاتِلُوا
 وَكُلُوا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى. وقال تعالى: إِنَّ الْفَلِينَ سَبَقَتْ
 لَهُمْ فِي الْحُسْنَى أُولَئِكَ عَنْهَا مُتْعَدُونَ (ص ۸۹)

ترجمہ:- علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ: تمام صحابہؓ قطعی طور پر
 الٰہی جنت میں سے ہیں، (دیکھیں یہ ہے کہ) باری تعالیٰ فرماتے
 ہیں تم میں سے جن لوگوں نے فح (ک) سے پہلے اللہ کی راہ
 میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا وہ (بعد کے لوگوں کے) برابر نہیں
 ہو سکتے، وہ لوگ دوسرے کے اعتبار سے ان لوگوں کے مقابلے
 میں عظیم تر ہیں، جنہوں نے (فح ک) بعد انفاق اور قتال

نیا اور غلط چھائی (بنت) اور وہی سے لیا ہے۔ اور
 نقد لکھائی لکھاتے ہیں۔ (۱) پھر وہ ان کے لئے ہر اچھی
 (بنت) اور عمدہ پہلی سے آپکا ہے اور (۲) ان سے اور رکھے
 جائیں گے۔

۴۔ عقائد کی تشریح: یہی کتاب عقائد سید "میں سے۔"

وہ کتب عن ذکر الصحابة لا یغیر
 میں اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ جو یہ (۱) غلط اور بڑے خیر اور عمدہ
 سے ہے۔

۵۔ اس طرح عقائد اسلام میں ان وقت کتاب "تاریخ موقت" میں سید
 شریف جبرانی دوسرے نے مقرر مباح میں لکھا ہے۔

المحقق السابغ انه يجب تعظيم الصحابة كلهم والكف
 عمر الفتح فہم لان الله عظم وشی علیہم فی غیر
 موضوع میں کہہ دے انہ ذکر الایات المسؤلة فی الباب ثم
 قل: والبرہان صلی اللہ علیہ وسلم قد نبیہم وشی
 علیہم فی الاحداث الکثیرہ.

ترجمہ: - تمام صحابی پکی تکمیل اور ان پر مٹاؤں سے بچتا وہ اب
 ہے، اور اے کہ اللہ تعالیٰ علیہم ہے اور ان سے ان حضرات پر
 اپنی کتاب کے بہت سے مقامات میں عن وشی فرمانی ہے،
 (اس طرح کی آیات نقل کرتے ہیں) اور رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم ان حضرات سے صحت لے رہے تھے اور آپ سے بہت
 سے روایت میں ان پر مٹاؤں میں ہے۔

اس ہی شارح عقائد نے ایک مقام پر بعض اہل سنت کی طرف نسبت

کر کے یہ قول ذکر کیا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ سے جنگ کرنے والوں کی خطا
تقصیر کی حد تک پہنچتی ہے، لیکن شارح مواقف کے اس قول کی کوئی بنیاد ہمیں معلوم
نہیں ہوئی، اہل سنت کے کسی ایک عالم کے کلام میں بھی ہمیں یہ بات نظر نہیں آئی کہ
انہوں نے اس بناء پر حضرت عائشہ یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو فاسق قرار دیا ہو،
چنانچہ حضرت محمد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتوبات" میں شارح مواقف کے اس
قول کی سخت تردید کی ہے، حضرت محمد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

وآنچه شارح مواقف گفت که بسیار سے از اصحاب ما برآں اند که
آن منازعت از روی اجتهاد نبوده مراد از اصحاب کدام گردد و را
واشت باشد، اہل سنت برخلاف آل حاکم اند چنانکہ گذشت
و کتب العموم مسحونہ بالخطۃ الاحیاء دی کما صرح بہ
الاصنام الخوالی و العاصی ابوبکر و غیرہما۔ لیکن تفسیر و
تکمیل و حق مآربان حضرت امیر چنانہ نباشد۔ قال القاضی فی
الشفاء: قال مالک: من شتم احدا من اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ابوبکر أو عمر أو عثمان أو معاویة أو عمرو
بن العاص و صی اللہ تعالیٰ عنہم فان قال: کنوا علی حیلان
أو کفر، فقل، وان شتم بغير هذا من مشاعة الناس تکلی
نکالا ملدینا، هلا يكون محاربوا علی کفره کما زعمت
الخلافة من الرقعة ولا فلسفه کما زعم البعض ونبذ شارح
المواقف الی کثیر من مصحابہ..... وآنچه در عبارات بعضی از
فتہاء نظر جوہر حق معاویہ واقع شدہ است و گفت: کان معاویہ
امامنا جائزا، مراد از جوہر ہم حقیقت خلافت او در زبان خلافت
حضرت امیر خواہد بود نہ جوہرے کہ تالش فتن و منالہ است

تا بہ اقبال: اہل سنت موافق باشند، مع ذلک اہم سب اشتقاقیت
از امتیاز افعال موبدہ خلاف مقصود، بکتاب فی نمایندہ و زیادہ
برخط تجویز نمی کنند۔

(مکتوبات اہم ربانی دفتر ذیل حصہ پیرام مکتوب
نمبر ۲۵۱ ص ۱۱۲۶ جلد دوم، مطبوعہ نور مکتبی لاہور)

ترجمہ: اور یہ جو شمار بہ موافق نے کہا ہے کہ جو دے بہت
سے اصحاب اس مسلک پر ہیں کہ حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ
جہاد پر جہتی نہیں تھی، اس میں نہ جانے "اصحاب" سے کون سا
گروہ مراد ہے، اہل سنت کا عقیدہ تو اس کے خلاف ہے وہ
کہ تبریکہ اور علمائے اہل سنت کی کتابیں علماء اجتہاد کی
تصریح سے بھری ہوئی ہیں، جیسے کہ اہم خوان اور کاغذی ابو بکر بن
عربی و غیرہ نے بہ احست لکھا ہے۔ لہذا حضرت علیؑ سے جن
حضرات نے جنگ کی انہیں فاسق یا گمراہ کہا جائے گا۔
فاضل برحق نے "شفاء" میں نام بانک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:
جو شخص صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو بھی خواہ وہ ابو بکر و عمر یا عثمان
ہوں یا مساویہ اور عمر، بن عامر رضی اللہ عنہم، نہ کہے تو اہل یہ
کہے کہ: "وہ گمراہی یا کفر پر تھے" تو اسے قتل کیا جائے گا، اور اگر
اس کے علاوہ عام گالیوں میں سے کوئی گالی دے تو اسے سخت برا
دئی جائے گی۔ لہذا اہم بانک کے اس قول کا رد سے بھی
حضرت علیؑ کا متنبہ کرنے والے نہ تو کافر ہیں جیسے کہ بعض غالی
روافض کا خیال ہے، اور نہ فاسق ہیں جیسے کہ بعض کائنات ہے۔
اور شرح موافق نے اس کی نسبت اپنے بہت سے اصحاب کی

طرف کی ہے، اور یہ جو بعض فقہاء کی عبارتوں میں حضرت معاویہؓ کے حق میں ”جوڑ“ کا لفظ آگیا ہے، اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ ”حضرت معاویہؓ گمامِ جائز تھے“ تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں ان کی خلافت برحق نہ تھی، اس سے وہ کلمہ و جوڑ مراد نہیں ہے جس کا نتیجہ فتنہ اور گمراہی ہے، یہ تشریح اس لئے ضروری ہے تاکہ اہل سنت کے اقوال کے ساتھ موافقت آجائے۔ اس کے ساتھ دین پر استقامت رکھنے والے ان حضرات کے حق میں ایسے الفاظ سے بھی پرہیز کرتے ہیں جن سے خلاف مقصود کا رجم پیدا ہوتا ہو، اور ان حضرات کے لئے ”خدا“ کے لفظ سے زیادہ کوئی لفظ کہنا جائز نہیں سمجھتے۔



کو اختیار کرنا دوسرے کو چھوڑنا لازم ہے تو اس ترک و اختیار کا معیار کیا ہونا چاہئے؟
نیز اس میں دونوں طرف کے بزرگوں کا ادب و احترام اور تقسیم کیسے قائم رہے گی جبکہ
ایک کے قول کو مرجح قرار دے کر چھوڑا جائے گا؟

خصوصاً یہ سوال ان معاملات میں زیادہ سنگین ہو جاتا ہے جن میں ان
حضرات کا اختلاف باہمی جنگ و خون ریزی تک پہنچ گیا، ان میں ظاہر ہے کہ کوئی
ایک فریق حق پر ہے، دوسرا خطا، پہ اس خطا و مصلوب کے معاملے کو طے کرنا عمل و
عقیدہ کے لئے ضروری ہے، مگر اس صورت میں دونوں فریق کی یکساں تقظیم و احترام
کیسے قائم رکھ جاسکتا ہے؟ جس کو خطا پر قرار دیا جائے اس کی تنقیص ایک لازم امر
ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ دو مختلف اقوال میں سے ایک کو حق یا رائج اور
دوسرے کو خطا یا مرجح قرار دینے میں کسی ایک فریق کی تنقیص لازم ہے۔ اسلاف
امت نے ان دونوں کاموں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ عمل اور عقیدہ کے لئے کسی ایک
فریق کے قول کو شریعت کے مسند اصول، اجتہاد کے مطابق اختیار اور دوسرے کو ترک
کیا۔ لیکن جس کے قول کو ترک کیا ہے اس کی ذات اور شخصیت کے متعلق کوئی ایک
جملہ بھی ایسا نہیں کہا جس سے ان کی تنقیص ہوتی ہو، خصوصاً مشاہیر و صحابہؓ میں تو
جس طرح امت کا اس پر اجماع ہے کہ دونوں فریق کی تقظیم واجب اور دونوں فریق
میں سے کسی کو نہ کہنا جائز ہے، اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ جنگ جمل میں
حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ حق پر تھے، ان کا مقابلہ کرنے والے خطا پر تھے، اسی طرح
جنگہ صلین میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان کے مقابل حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب خطا پر، البتہ ان کی خطاؤں کو اجتہاد کی خطا قرار دیا جو
شرعاً معنادار نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہو، بلکہ اصولی اجتہاد کے مطابق
اپنی کوشش صرف کرنے کے بعد بھی اگر ان سے خطا ہوگئی تو ایسے خطا کرنے والے
بھی ثواب سے محروم نہیں ہوتے، ایک اہل ان کو بھی ملتا ہے۔

و جماع اہل سنت ان حضرات صحابہؓ کے اس اختلاف کو بھی اسی طرح کا استہادی اختلاف قرار دیا گیا ہے جس سے کسی فریق کے حضرات کی ٹھنڈیٹیں مجروح نہیں ہوتیں۔ اس طرح ایک طرف خطا و سہا ب کو بھی واضح کر دیا گیا دوسری طرف صحابہؓ کو ان کے مقام اور درجے کا پورا سزا بھی عطا کیا گیا، اور مشہور بات صحابہؓ میں کتبہ لسان اور سکوت کو اسلم قرار دے کر اس کی تائید کی گئی کہ جو وہ ان روایات و حکایات میں خٹس کرنا چاہتے ہیں جو باہمی جنگ کے دوران ایک دوسرے کے مقلد قتل کی گئی ہیں، اس وقتکہ جو ان مشہور بات صحابہؓ کے بارے میں سلف صالحین کے اقوال اہل

۱۴- تفسیر قرطبی سورۃ حجرہ میں آیت "وَالَّذِينَ صَانَعُوا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الْفِتْنَةَ" کے تحت مشاہیرات صحابہؓ پر سلف صالحین کے اقوال کے ساتھ بہترین تحقیق لکھی ہے جو انہیں کی طویل عبارت میں بھی جاتی ہے۔

العاشرۃ لا يجوز ان ينسب الى أحد من الصحابة خطأ مقطوع به اذ كانوا كلهم احبوا فيما فعلوه و ارادوا الله عز وجل، و هم كلهم لنا ائمة وقد تعبدوا بالكف عما شجر بينهم، ولا تذكرهم الا باحسن الذكر، لحرمة الصعبة ولنهي النبي صلى الله عليه وسلم عن منبهه۔
وان الله عسر لهم وأخبر بالوفاء عنهم، هذا مع ما قد ورد من الأخبار من صوق مختلفة عن النبي صلى الله عليه وسلم ان طلحة شهيد يمشی على وجه الأرض، فلو كان ما خرج اليه من الحرب عصباناً لم يكن القتل فيه شهيداً، وكذلك لو كان ما خرج اليه خطاء لم يكن التاويل وتقصيراً في الوجب عليه، لأن الشهادة لا تكون الا بقتل في طاعة، فوجب حمل أمرهم على ما

يَنشَادُ. وَمَعَا يَنْدِلُ عَنِّي ذَلِكَ مَا قَدْ صَحَّ وَافْتَتَحَ مِنْ
 أَخْبَارِ عَنِّي بِأَن قَاتَلَ الزَّبِيرَ فِي النَّارِ، وَقَوْلُهُ: سَمِعْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَشْرُ قَاتِلُ امْنِ
 صَغِيَةٍ بِالْعَارِ. وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ ظُلْمَةَ
 وَالزَّبِيرَ غَيْرَ عَاصِيَيْنِ وَلَا أَتَمِّينَ مَا تُقَاتَلُ، لِأَنَّ ذَلِكَ لَوْ
 كَانَ كَذَلِكَ لَمْ يَعْنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
 ظُلْمَةِ: شَهِيدٌ وَلَمْ يَتَجَبَّرْ أَنْ قَاتَلَ الزَّبِيرَ فِي الْخَارِ
 وَكَذَلِكَ مِنْ قَعْدٍ غَيْرِ مَخْطُئٍ فِي التَّوَارِيخِ. بَلْ صَوَابُ
 أَرَاهِمُ اللَّهُ الْاجْتِهَادَ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ لَمْ يَوْجِبْ ذَلِكَ
 نَعْيَهُمُ وَالرَّاءَةَ مِنْهُمْ وَتَفْسِيْقَهُمْ وَإِبْطَالُ فَضَائِلِهِمْ
 وَجِهَادِهِمْ، وَعَظِيمُ غَائِبِهِمْ فِي الدُّبْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.
 وَقَدْ سَنَلُ بَعْضُهُمْ عَنِ الدُّعَاءِ الَّتِي أَرِيفَتْ فِيهَا بَيْنَهُمْ
 فَقَالَ: تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كُتِبَتْ وَنُكِبَتْ مَا
 كُتِبَتْ وَلَا تَسْتَلْفُونَ غِنَا كَثَرُوا يَعْمَلُونَ. وَسَنَلُ بَعْضُهُمْ
 عَنْهَا أَيْضًا فَقَالَ: تِلْكَ دُمَاءٌ قَدْ ظَهَرَ اللَّهُ مِنْهَا يَدِي، فَلَا
 أَخْطَبُ بِهَا لِسَانِي. يَعْنِي فِي التَّحَرُّزِ مِنَ الْوُقُوعِ فِي
 خَطَاةٍ وَالتَّحَكُّمِ عَلَى بَعْضِهِمْ بِمَا لَا يَكُونُ مُصِيبًا لِيهِ قَالَ
 ابْنُ فَرْدَوْكٍ: وَمِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ إِنَّ سَبِيلَ مَا جَرَتْ
 بَيْنَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْعَنَازِ عَذَابٌ كَسَبِيلِ مَا جَرَى بَيْنَ أَخَوَةِ
 يُوسُفَ مَعَ يُوسُفَ، ثُمَّ أَنَّهُمْ لَمْ يَخْرُجُوا بِذَلِكَ عَنْ حَذِّ
 الْوِلَايَةِ وَالنَّبَوَةِ فَكَذَلِكَ الْأَمْرُ فِيهَا جَرَى بَيْنَ الصَّحَابَةِ.
 وَقَالَ الْمَحَاسِنِيُّ: فَأَمَّا الدُّعَاءُ فَقَدْ أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَتَقَرَّلُ

فبها ساحتلاهم وقد سخر الحسن البصري عن قتالهم
فقال: فقال شهداء أصحاب محمد صلي الله عليه وسلم
وغنا، وعلموا وجهنا، واجتمعوا فالبعضا، واحتلقوا
فوقعا، قال المحاسبي، فنعن نقول كما قل الحسن،
ونعلم ان القوم كانوا أعلم بما دخلوا فيه منا، ونصح ما
اجتمعوا عليه، ونقف عند ما اختلفوا فيه، ولا نبدع رأيا
منا، ونعلم أنهم اجتهدوا في ادواء الله عز وجل اذ كانوا
غير متهمين في الدين، ونسال الله التوفيق.

(تفسیر قمی ج ۳ ص ۳۴۰)

ترجمہ:- یہ جائز نہیں ہے کہ کسی بھی صحابی کی حرف قہمی درختی
صوبہ پر غلطی منسوب کی جائے، اگر لئے کہ ان سب حضرات نے
اپنے اپنے طرز عمل میں اجتہاد سے کام لیا تھا اور سب کا مقصد
اللہ کی خوشنودی تھی، یہ سب حضرات ہمارے پیرو ہیں، اور میں
تعم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات سے کتبہ لسان کریں، اور
ہمیشہ ان کا ذکر بہترین طریقے پر کریں، کیونکہ صحابیت بڑی
زمت کی چیز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ کہنے
سے منع فرمایا ہے، اور یہ خبر ملی ہے کہ اللہ نے انہیں معاف کر
رکھا ہے اور ان سے راضی ہے، اس لئے علاوہ متعدد سندوں سے
یہ حدیث ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ
کے بارے میں فرمایا -

ان طلحة شہید یمشی علی وجه الارض.

یعنی طلحہ زمرے زمین پر چھنے والے قہمید ہیں۔

اب اگر حضرت علیؑ کے خلاف حضرت طلحہؓ کا جنگ کے لئے نکلنا
 کھلا مکہ اور عسبان تھا تو اس جنگ میں مقتول ہو کر وہ ہرگز
 شہادت کا رتبہ حاصل نہ کرتے۔ اسی طرح اگر حضرت طلحہؓ کا یہ
 عمل ثاویل کی غلطی اور اسے واجب میں کوتاہی قرار دیا جاسکتا تو
 بھی آپ کو شہادت کا مقام حاصل نہ ہوتا کیونکہ شہادت تو صرف
 اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی شخص اطاعتِ ربانی میں قتل
 ہوا ہو، لہذا ان حضرات کے معاملے کو اسی عقیدے پر محمول کرنا
 ضروری ہے جس کا آپ ذکر کیا گیا۔

اسی بات کی دوسری دلیل وہ صحیح اور معروف و مشہور احادیث ہیں
 جو خود حضرت علیؑ سے مروی ہیں اور جن میں آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”ذیر کا قاتل جہنم میں ہے۔“
 نیز حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”منیہ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم
 کی خبر دے دو“ جب یہ بات ہے تو عایت ہو گیا کہ حضرت طلحہؓ
 اور حضرت ذیرؓ اس لڑائی کی وجہ سے عاصی اور شہکار نہیں ہوئے،
 اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہؓ کو ”شہید“ نہ
 فرماتے، اور حضرت ذیرؓ کے قاتل کے بارے میں جہنم کی عیوض
 گوئی نہ کرتے۔ نیز ان کا شمار عشرۃ مبشرۃ میں ہے، جن کے جنتی
 ہونے کی شہادت تقریباً متواتر ہے۔

اسی طرح جو حضرات صحابہؓ ان جنگوں میں کفارہ کُثر رہے، انہیں
 بھی ثاویل میں خطا کار نہیں کہ جاسکتا، بلکہ ان کا طرز عمل بھی
 اس لحاظ سے درست تھا کہ اللہ نے ان کو اجتہاد میں اسی واسطے پر

نبوت کی حدود سے خارج نہیں ہوئے، بالکل بھی معاملہ صحابہ کے درمیان پیش آنے والے واقعات کا بھی ہے۔ اور حضرت محمدؐ کو اپنی فرماتے ہیں:-

جہاں تک اس خور بڑی کا معاملہ ہے تو اس کے بارے میں ہمارا کچھ کہنا مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں خود صحابہ کے درمیان اختلاف تھا۔ اور حضرت حسن مہرئی سے صحابہ کے یا مہرئی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ:-

یہ ایسی ترقی تھی جس میں صحابہ موجود تھے اور ہم غائب، وہ پورے حالات کو جانتے تھے، ہم نہیں جانتے، جس معاملے پر ترم صحابہ کا اتفاق ہے، ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اور جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہے، اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ: ہم بھی وہی بات کہتے ہیں جو حسن مہرئی نے فرمائی۔ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے جن چیزوں میں دخل دیا، ان سے وہ ہم سے کہیں بہتر طریقے پر واقف تھے، لہذا ایسا کام یہی ہے کہ جس پر وہ سب حضرات متفق ہوں اس کی پیروی کریں، اور جس میں ان کا اختلاف ہو اس میں خاموشی اختیار کریں، اور اپنی طرف سے کوئی نئی رائے پیدا نہ کریں، ہمیں یقین ہے کہ ان سب نے اجتہاد سے کام لیا تھا، اور اللہ کی خوشنودی پر ہی تھی، اس لئے کہ دین کے معاملے میں وہ سب حضرات شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔

اس طویل عبارت میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کے عقیدے

کی بہترین تربیتی فرمائی ہے۔ عبادت کے شروع میں انہوں نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت سے متعلق جو حدیثیں نقل فرمائی ہیں، ان سے اس مسئلے پر بطور خاص روشنی پڑتی ہے، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر دونوں حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ میں سے ہیں، اور ان دس فوجی اہمیت کے حضرات میں آپ کا نام بھی ہے جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر ان کے جنتی ہونے کی خوشخبری دی ہے، اور انہیں ”عشرہ مبشرہ“ کہا جاتا ہے، ان دونوں حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصہ میں کا مطالبہ کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا اور اسی دوران شہید ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ احادیث میں ان دونوں حضرات کو شہید قرار دیا۔ دوسری طرف حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سرگرم ساتھیوں میں سے تھے اور انہوں نے پوری قوت کے ساتھ حضرت علیؑ کے مخالفین کا مقابلہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بھی شہادت کی جتنی کوئی فرمائی، غور کیا جائے تو یہی ارشادات اسی بات کی واضح دلیل ہیں کہ ان جنگوں میں کوئی فریق بھی کھلے باطل پر نہ تھا، بلکہ ہر ایک فریق اللہ کی رضا کے لئے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق کام کر رہا تھا، ورنہ ظاہر ہے کہ اگر یہ اختلاف کھلے حق و باطل کا اختلاف ہوتا تو ہر ایک فریق کے رشتہ داروں کے لئے بیک وقت عبادت کی پیش گوئی نہ فرمائی جاتی، ان ارشادات نے یہ واضح کر دیا کہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بھی اللہ کی فرشتہ داری کے لئے لڑ رہے تھے ان لئے وہ بھی شہید ہیں، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا مقصد بھی رضائے الہی کے حصول کے سوا کچھ نہ تھا، اس لئے وہ بھی لائق مدح و ستائش ہیں، دونوں کا اختلاف کسی دُشمنی فریق سے نہیں بلکہ اجتہاد و رائے کی بناء پر تھا اور ان میں سے کسی بھی فریق کو مجروح و ملعون نہیں کیا جاسکتا۔

واما النفس والحروب الواقعة بين الصحابة فالشامية
 اكبر واوقر عنها ولا شك انه مكابرة للتواتر في نفس
 علبان ورافعة الجسد والصفين، والسعير لكون يوقر عنها
 منهم من مكث على الكلام فيها بنحوية أو تصويب وهم
 صائفة من هل السنة لان اولو الله اشغال بما لا يعنى
 فلا بأس به، وقال المشافعي وغيره من السلف، تلك
 دماء طهر الله عنها أمد، فسطهر عنها انس، الخ.

شیرازی، مناقب، ج ۱، ص ۳۷۷ طبع مصر

ترجمہ: رہے وہ مجھے اور جنہیں جو صحابہ کے درمیان واقع ہوئے
 تو فرقہ شامیہ کے تو ان کے دوش کی کا نگار سرد رہا ہے، اور کوئی
 شک نہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت اور واقعہ بنی مدینہ میں
 تواتر کے ساتھ ثابت ہے، یہ اس کا ہے دلیل افکار ہے، اور جن
 حضرات نے ان کے وقوع کا انکار نہیں کیا ہے ان میں سے بعض
 نے قرآن و احادیث میں کھلی سکوت اختیار کیا اور نہ کسی خاص
 فریق کی طرف غلطی مذہب کی، نہ حق و سواب، یہ اعتراضات اگر
 سختی کی ایک برسات ہیں، انرا ان کی مراد یہ ہے کہ یہ ایک
 فضول کام ہے تو تمہیک ہے، میں نے کہ نام شامی وغیرہ ملائے
 ملنے سے فرمایا ہے کہ، یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ نے
 ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے، اس لئے چاہئے کہ ہم اپنی
 زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔

۱۲۔ شیخ ابن ابی امام رحمہ اللہ نے "شریۃ مسامحہ" میں فرمایا :-

واعتقاد اهل السنة تركه جميع الصحابة رضي الله

عنہم وحوینا بنات اللہ انه لکل منہم والكف عن الظعن
فیہم والثناء علیہم کما انی اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ (رد ذکر
ایات عہدہ نم قال) : وانی علیہم الرسول صلی اللہ
عنیہ وسلم، (تم سر د احادیث المذہب، تم قال:) وما
حری من معذرتہ وعلی من الحروب کان منیا علی
الاحتیاد (ترجمہ مسودہ ص ۱۳۲ طبع دیوبند)

ترجمہ: اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ، تمام صحابہؓ کو لازمی طور پر
پاک صاف مانتے ہیں اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ہر ایک
کا ترکیہ فرمایا ہے۔ نیز ان سے بارے میں اعتراضات کرنے
پر پرمز کرتے ہیں اور ان سب کی مدح و ثناء کرتے ہیں۔ جیسے
کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ثناء فرمائی۔ (اس بعد چند آیتیں ذکر
کرنے فرماتے ہیں:) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی
ان کی تعریف فرمائی۔ (پھر نتیجہ احادیث نقل کر کے لکھتے ہیں)
اور حضرت معاذیہ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ
اجتہاد پر مبنی تھیں۔

۷۱۰۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ”شروط عقیدہ داحیہ“ میں اسی
بحث پر تفصیلی کام فرمایا ہے۔ ان کے چند نکتے یہ ہیں، اولی الامر والجماعت سے عقد نہ لکھتے
ہوئے فرماتے ہیں:-

وبعد من طريقة المروءات الذين يفضون الصحابة
ويستبرئهم: وطريقة النواصب الذين يؤذون أهل البيت
يعملون لا عمل ويمسكون عما شجر بين الصحابة
وبقولون ان هذه الآثار المروية في مساوئهم منها ما هو

کذب، ومنہا ما قد رید فیہ نقص وغیر وجہہ
والصیح عندہم فیہ معذرون اِنما معتمدون مصبون،
واِنما معتمدون محطون، وہم مع ذلک لا یعتقدون ان
کل واحد من الصحابة معصوم من کثیر الاثم وصداۃ
بل یجوز علیہم الذنوب فی الجملة، ولہم من الفصائل
والسوائی ما یوجب مغفرة ما یصدر مہم ان صدر حتی
انہم یعفر لہم من السیئات ما لا یعفر لمن بعدہم.

ترجمہ اہل سنت ان وہ انہی کے طریقے سے براہ کرتے ہیں
جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں بُر کہتے ہیں، اسی طرح
ان تابعیوں کے طریقے سے بھی براہ کرتے ہیں جو اہل سنت کو
اپنا ہاتھ سے لے کر کہتے ہیں، تنگ نظر بنجاتے ہیں، اور صحابہ
کے درمیان بڑا اختلاف ہونے لگتا ہے ان کے بارے میں اہل سنت
ملکوت اختیار کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی رائی میں جو
روایتیں منقول ہیں ان میں سے بعض تو بالکل بھوت ہیں، بعض
ایسی ہیں کہ ان میں کئی جہتی تردید لگی ہے، اور ان کا صحیح منہوم
بدل دیا گیا ہے، اور اس قسم کی جو روایتیں بالکل صحیح ہوں، ان
میں بھی صحابہ معذور ہیں، ان میں سے بعض مغفرت و اجہاد سے
کام لے کر حق و صواب تک پہنچ گئے، اور بعض نے اجتہاد سے
کام لیا، اور اس میں غلطی ہوئی، اس کے ساتھ ہی اہل سنت کا یہ
معتقد بھی نہیں ہے کہ صحابہ کا ہر فرد تمام چھوٹے بڑے گناہوں
سے معصوم ہے، بلکہ ان سے فی الجملہ گناہوں کا صدور ممکن ہے،
لیکن ان کے فضائل و سوابق ایسے ہیں کہ اگر کوئی گناہ ان سے

صادر بھی ہو تو یہ لفظ ان کی مغفرت کے موجب ہیں، یہاں
تعب کہ ان کی مغفرت کے لئے سوا قی ہے۔ ان کے بعد کسی کو
جامل نہیں ہو سکتے۔

۱۸۔ کتابہ مذکور میں ابن جریر رحمہ اللہ ایک مفصل کلام کے بعد لکھتے ہیں:-

اور جب سجدہ معاف نہیں اہل الذلہ و المذنب کا اصول یہ چلایا جو
’وہ پر بیان کیا گیا ہے تو اب یہ سمجھئے کہ ان مغفرت کے قول کا
حاصل یہ ہے کہ بعض صحنہ کمراس کی طرف جو بھی گناہ یا برائیاں
منسوب کی گئی ہیں ان میں بیشتر حصہ تو جھوٹ اور افتراء ہے، اور
کچھ حصہ ایسا ہے جس کو انجیل نے اپنے اجتہاد سے عقیم کر دیا اور
دین سمجھ کر اختیار کیا، مگر بہت سے لوگوں کو ان کے اجتہاد کی وجہ
اور حقیقت معلوم نہیں، اس لئے اس کو غنا، قرار دیا۔ اور کسی
معاصلے میں یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہ غلط اجتہاد ہی بنی جس
بلکہ حقیقت غلط ہی ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ ان کا وہ غلط بھی
مخالف ہو چکا ہے، و اس وجہ سے کہ انہوں نے توبہ کر لی (بسیا
کو بہت سے ایسے معاملات میں ان کی توبہ خود قرآن و سنت
میں منقول، ماثور ہے) اور یا ان کی دوسری چیزوں میں اسات
طاہرات کے سبب معاف کر دیا گیا ہو یا اس کو ناپا میں کسی
مصلحت و تہذیب میں جھڑک کے اس گناہ کا کفار و نوروں کیا، اس
کے سوا اور بھی اسباب مغفرت کے ہو سکتے ہیں، (ان کے گناہ کو
سفور و موعف قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ) قرآن و سنت کے
دلائل سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ اہل جنت میں سے
ہیں اس لئے ناممکن ہے کہ کوئی ایسا فعل ان کے لئے اعلان میں

باقی رہے جو جہنم کی سزا کا سبب بنے، اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ
صوبہ کراٹھ میں سے کوئی شخص ایسی حالت پر نہیں مرے گا جو
داخل جہنم کا سبب بنے تو اس کے سوا اور کوئی چیز ان کے استحقاق
جنت میں مانع نہیں ہو سکتی۔

اور مشربہ ہمشہ کے علاوہ کسی مصلیٰ ذات کے متعلق اگرچہ ہم یہ نہ
کہہ سکیں کہ وہ جنتی ہے، جنت ہی میں جائے گا، مگر یہ بھی تو جائز
نہیں کہ ہم کسی کے حق میں جہنم کسی دلیل شرعی کے یہ کہنے لگیں
کہ وہ مستحق جنت کا نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا کہنا تو عام مسلمانوں
میں سے بھی کسی کے لئے جائز نہیں جن کے بارے میں ہمیں
کسی دلیل سے جنتی ہونا بھی معلوم نہ ہو، ہم ان کے بارے میں
بھی یہ فیہات نہیں دے سکتے کہ وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔ تو
بھرا الفضل المؤمنین اور خیار المؤمنین (صحابہ کرامؓ) کے بارے
میں یہ کیسے جائز ہو جائے گا؟ اور ہر صحابی کے چارے احوال
ظاہرہ و باطنہ کی اور حسنات و سیئات اور ان کے اجتہادات کی
تفصیلات کا علم ہمارے لئے بہت دشوار ہے اور بغیر علم و تحقیق
کے کسی کے متعلق فیصد کرنا حرام ہے، اسی لئے مشاجرات صحابہؓ
کے معاملے میں سکوت کرنا بہتر ہے، اس لئے کہ بغیر علم صحیح کے
کوئی حکم لگانا حرام ہے۔ (شرح عقیدہ واسطیہ ص: ۳۵۶، ۳۵۷)

۱۹:- اس کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صحیح روایت سے یہ واقعہ

بیان کیا ہے:-

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مرثیٰ رضی اللہ عنہما کے سامنے
حضرت مہدی علی رضی اللہ عنہ پر فحش الزام لگائے، ایک یہ کہ وہ

غزوہ کندھ میں سیدان سے بھانے والوں میں تھے، دوسرے یہ کہ وہ غزوہ بدر میں شریک نہیں تھے، تیسرے یہ کہ یہیت رضوان میں بھی شریک نہیں تھے۔

حضرت عبداللہ نے ان تینوں الزاموں کا جواب یہ دیا کہ: بظلمہ غزوہ کندھ میں فراخ کا صدر مدین سے ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی، اسی کا مدد کیا، مگر قرآن نے پھر بھی معاف نہ کیا۔ اس کا ان پر عیب لگاتے ہوئے رہا غزوہ بدر میں شریک نہ ہونا تو وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہو اور اسی لئے آپ نے عثمان غنیؓ کو کاندھ میں بدر میں تھکر کے ان کا معاف فرمایا، درحقیقت یہ عثمان کے رشتہ وہ دشمنوں ہی کے بھیجے ہوئے مگر غم کے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس دھبہ میں شریک کرنے کے لئے خود اپنے آپ ایک ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر اپنے دست بہرہ رس سے بیعت فرمائی، اور عامر ہے کہ خود عثمان غنیؓ حاضر ہوتے اور ان کا ہاتھ اس بلد ہوتے تو انھیں وہ فضیلت حاصل نہ ہوتی، یہ تو مکہ آغلہ سے صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اسی سے چراواں دوجہ بچتا ہے۔

اسی واقعے میں غزوہ بدر سے تین اڑھائیوں میں سے ایک اڑھائی کو صحابہ مان کر یہ جواب دیا کہ اب وہ ان کے لئے کوئی عیب نہیں بجز اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا ہے، باقی دو اڑھائیوں کا قلعہ ہے جسٹ ہونے پر بیان فرمادیا۔ اس کو نقل کرنے کے بعد ابن عسیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ایسی حال تو سمجھو یہ ہے، ان کی طرف جو کوئی عتاب منسوب کیا نہ ہے یا تو وہ منہ ہوا ہی نہیں ہوتا بلکہ حسد اور کینہ

مذہبی ہے۔ اور یہ کہ وہ اللہ کا معاف کیا ذوالکبر و جبر ہے

(شرح فقید، ص ۱۰۰، ۱۰۱)

۲۰- امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”لندرة المصيبة“ میں پھر اس کی شرح میں کہا: ”مٹے پر اچھا کھانا ہے، ان کا ایک دھرم یہاں نقل یا کتاب، پہلے مقرر کتاب کے۔ شعر لکھے ہیں۔“

و احسن من انحرض الذی قد یزری

سلفنا یمم ممد حری نو ندوی

ترجمہ:- نور پور پتہ انور، ص ۱۰۱، ۱۰۲ میں چٹا آنے والے پتھروں

میں غلے لینے سے اس میں ان میں سے کسی کی تعمیر ہوئی تو

و اندعس اجتہاد قد صدر

فاسلم نزل اللہ من لہم ۵۵۵

ترجمہ:- کیونکہ ان کا جو کس بھی ہو ہے اپنے بہتر و شرعی کی بناء

پر ہو ہے تم ملائی کی راہ اختیار کرو اللہ جل کرے اس شخص

۵۵۵ کی پاکوئی کرے

اسے بعد اس کی شرح میں فرمایا:-

فانه ای التخاصم والبراع والنقص والدفاع الذی جری
بینہم کان عن اجتہاد قد صدر من کل واحد مرءوس
تقریبین ومقصود مائع لكل لوفہ من انطاعتی وان کان
المصیب فی ذلک بلصواب واحدهما وهو علی
وضوان اللہ علیہ ومن والہ والمخطی هو من نزاع
ومعاداة غیر ان بلخطی فی اجتہاد اجراء وثوانا بخلاف
لاہل الحقاء والعناد فیکل ما صح من حری بین

الصحابية الكوراء وجب عسلة على وجه يفي عنهم
 اندنوب والآنم فمساولة علي مع العاصم رضى الله
 عنهما لا تفصى إلى شيس، وثقا عذ علي عن مبايعه
 المصدق في بدء الامر كان لأخذ أمرين اما لعدم مشورته
 كما عتب عليه بذلك وما وقوفه حاطر سيده نساء
 اعدالم فاطمة البتول مما طعن أنه لها وليس الامر كما
 هتالك ثم ان عليا بايع المصدق على رؤوس الأشهاد
 فاتحدت الكلمة وقد الحمد وحصل المراء.

وتوقف علي عن الاقتصاص من قتلة عثمان اما لعدم
 العزم بالقتال واما حنية ترديد القتل والعطفان.
 وكانت عائشة وطلحة والزبير معاوية رضى الله عنهم
 ومن اتبعهم ما بين مجتهد ومقلد في حوار محاربة أمير
 المؤمنين سيدنا أبي الحسين لا نزع القطيع وخزان
 الله تعالى عليه.

وقد اتفق أهل الحق أن المصيب في تلك الحروب
 واختار أمرهم من علي من غير منك ولا تداع
 واحق الذي ليس عنه نزول انهم كلهم رضوان الله
 عليهم عدول، لانهم ما أولوا في سبك المعاصمات
 مجتهدون في هاتيك المقتلات فانه وان كان الحق
 على المعتمد عد أهل الحق واحدة فالمحضي مع بلن
 التوسع وعدم التفتير مأجور لا مأزور وسبب تلك
 الحروب انتباه المصائب فلهذا اشبهها احلف

اجتهادهم وصاروا ثلاثة أقسام، قسم ظهر لهم اجتهاد
 أن الحق في هذا الطرف وأن مخالفه باغ فوجب عليه
 نصره الحق وقتال الباغي عليه فيما اعتقدوه، وقسم
 ذلك وأما من كان قد علم منه الشاكر عن مساعدة
 الأمام العادل في قتال البغاة في اعتقاد وقسم عكسه
 سواء بقاء. وقسم ثالث انتهت عليهم القضية فلم
 يظهر لهم ترجيح أحد الطرفين واعتزلوا الفريقين وكان
 هذا الاعتزال هو الواجب في حقهم لأنه لا يحل الانحياز
 على قتال مسلم حتى يظهر ما يوجب ذلك. وبالحيلة
 فكيف معذرون وما جورون لا مأزورون ونهت. تنق
 أهل الحق ممن يعمده على الاحتجاج على قلوب
 شهدائهم وروايتهم وثبوت عدلهم. ولهذا كان
 عبادتنا لغيرهم من أهل السنة ومنهم من حمدان في
 نهاية السبئيين يجب حب كل الصحابة والكف عما
 جرى بينهم كتابة وقراءة وإلقاء وإسماع وتسميع
 ويجب ذكر محاسنهم والشر على عنهم والمحال لهم
 وترك التحامل عليهم واعتقاد الاعتذار لهم وإنيهم إما
 فعلوا ما فعلوا باجتهادهم ساج لا يوجب كفر ولا فسقا
 بل وربما يبايئون عليه لأنه اجتهاد ساج لم قتال. وقيل:
 المصعب على رضى الله عنه. ومن قتله فخطاه معتز
 عنه. وإنما نهى عن الخوض في النظم بأي في نظم
 العقيدة عن الخوض في مشاجرات الصحابة لأن

الامام أحمد کان بنكر على من خاص و مسلم احاديث
الفصائل وقد تبرأ من ضلالتهم او كفرهم وقال:
السكوت عما جرى بينهم.

(تقریر عقائد سناری، ج ۲، ص ۳۸۹)

ترجمہ۔ اس لئے کہ جو نزاع و جدال اور نزاع و قتال صحابہؓ کے
درمیان پیش آیا وہ اس اجتہاد کی بناء پر تھا جو فریقین کے
سربراہوں نے کیا تھا، اور فریقین میں سے ہر ایک کا مقصد اچھا
تھا، اگرچہ اس اجتہاد میں برحق فریق ایک ہی ہے، اور وہ حضرت
علیؓ اور ان کے رُفقاء ہیں، اور رُفقاء یہ وہ حضرات ہیں جنہوں
نے حضرت علیؓ سے نزاع و عداوت کا معاملہ کیا، البتہ جو فریق
خطا پر تھا، اسے بھی ایک اجر و ثواب ملے گا، اس عقیدے میں
صرف اہل جہنم و عذاب ہی اختلاف کرتے ہیں، لہذا صحابہؓ کرامؓ
کے درمیان مشاجرات کی جو صحیح روایت ہیں، ان کی بھی اس
میں تشریح کرنے واجب ہے جو ان حضرات سے گناہوں کے الزام
کو دور کرنے والی ہے، لہذا حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے
درمیان جو جمع کلامی ہوئی وہ کسی کے لئے موجب عیب نہیں، نیز
ابتداء میں حضرت علیؓ نے جو حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت
نہیں کی تھی، وہ دو باتوں میں سے کسی ایک وجہ سے تھی، یا تو اس
لئے کہ ان سے حضورؐ نہیں لیا گیا تھا، جیسا کہ خود انہوں نے اسی
پر تنبیہ کی، کا اظہار فرمایا، یا پھر اس سے حضرت فاطمہؓ کی دلداری
مقصود تھی جو یہ سمجھتی تھیں کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث
سے جو حصہ مجھے ملنا چاہئے، وہ ملے، پھر حضرت علیؓ نے بڑا شب تمام

لوگوں کے سامنے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اللہ کے فضل سے مسلمانوں کی بات ایک ہو گئی اور مقصد حاصل ہو گیا۔

اسی طرح حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کا قدم لینے میں جو توقف سے کام لیا وہ یا تو اس بناء پر تھا کہ عینی طور پر قائل معلوم نہ ہو سکا یا اس لئے کہ فتنہ و فساد میں اضافے کا خدشہ تھا، اور حضرت عائشہؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت معاذؓ یہ رضی اللہ عنہم اور ان کے قبیحین نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جگہ کرنے کو جو ہرگز سمجھا اس میں ان میں سے بھڑے حضرات مجتہد تھے اور بعض ان کی تقلید کرنے والے۔

اور اس بات پر اہل حق کا اتفاق ہے کہ ان جنگوں میں حق بلاشبہ حضرت محی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اور وہ عقیدہ برحق جس پر کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ یہ ہے کہ یہ تمام حضرات صحابہؓ عادل ہیں، اس لئے کہ ان تمام جنگوں میں انہوں نے تاویل اور اجتہاد سے کام لیا، اس لئے کہ اہل حق کے نزدیک اگرچہ حق ایک ہی ہوتا ہے، لیکن حق تک پہنچنے کے لئے پوری کوشش صرف کرنے اور اس میں کوتاہی نہ کرنے کے بعد کسی سے تسلی بھی نہ جائے تو وہ ناجور ہی ہوتا ہے، گناہگار نہیں۔

اور درحقیقت ان جنگوں کا سبب معاملات کا اشتباہ تھا، یہ اشتباہ اتنا شدید تھا کہ صحابہؓ کی اجتہادی آراء مختلف ہو گئیں، اور وہ تین قسموں میں بٹ گئے، صحابہؓ کی ایک جماعت تو وہ تھی جس کے اجتہاد نے اسے اس نتیجے تک پہنچایا کہ حق فلاں فریق کے ساتھ ہے اور اس کا مخالف باغی ہے۔ لہذا اس پر اپنے اجتہاد کے

مطابق برحق فریق کی مدد کرنا اور باقی فریق سے لڑنا واجب ہے، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اور ظاہر ہے کہ جس شخص کا مال یہ ہو اس کے لئے ہرگز مناسب نہیں تھا کہ وہ اہل ماملہ و برحق کی مدد اور باغیوں سے جنگ کے فریضے میں کوتاہی کرے۔ دوسری قسم اس کے برعکس ہے اور اس پر بھی تمام دینی باتیں صادق آتی ہیں جو پہلی قسم کے لئے بیان کی گئی ہیں۔ صحابہ کی ایک تیسری جماعت وہ تھی جس کے لئے کچھ فیصلہ کرنا مشکل تھا، اور اس پر یہ واضح نہ ہوسکا کہ فریقین میں سے کس کو ترجیح دے؟ یہ جماعت فریقین سے کنا بدکشی رکھتی، اور ان حضرات کے حق میں یہ کنارہ کشی ہی واجب تھی، اس لئے کہ جب تک کوئی شرعی وجہ واضح نہ ہو، کسی مسلمان کے خلاف قتال کا اقدام حلال نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام صحابہ معذور اور مایوس ہیں، گناہگار نہیں، یہی وجہ ہے کہ اہل حق کے تمام اہل ذکر علماء کا اثر پر اجماع ہے کہ ان کی شہادتیں بھی قبول ہیں اور ان کی روایات بھی، اور ان سب کے لئے عدالت ثابت ہے۔ اسی لئے بھارت ملک کے علماء نے، اور ان کے علاوہ تمام اہل سنت نے، جن میں ابن حبان (نہایت اہمیت میں) بھی داخل ہیں، فرمایا ہے کہ: تمام صحابہؓ سے محبت رکھنا اور ان کے درمیان جو واقعات پیش آئے ان کو لکھنے، پڑھنے، پڑھانے، سننے اور سنانے سے پرہیز کرنا واجب ہے، اور ان کی خوبوں کا تذکرہ کرنا، ان سے دشنامندی کا اظہار کرنا، ان سے محبت رکھنا، ان پر اعتراضات کی تردیش کو چھوڑنا، انہیں معذور سمجھنا، اور یہ یقین رکھنا واجب ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ

میں جو کراچی، الگیز و پانچا جس سے باغی اور مفاہت ہے، وہ فتنہ
 ۴۳ ہے، وہاں سے وہ۔ اسی وجہ سے اس پر انہیں ثواب ہوا کہ اس سے
 کہ یہ ان کا جائز اجتماع تھا۔ پھر آجے میں بعض حضرات نے کہا
 کہ ان حضرات ملی، یعنی گندھو کے ساتھ تھا، اور جس نے ان
 سے قتال کیا اس کی ملکی معاف کر دی گئی ہے۔ اور اللہ وہ مصلحت
 کی قسم میں جو سب جرات کے موٹے میں خود بخود۔ مصلحت کیا
 کیا ہے۔ وہ اس کے درمیان حمد و حمد اللہ اس شخص پر کلمہ فرمایا
 کرتے تھے جو اس جگہ میں اچھے دور اور مفاد صلابہ میں جو
 حد سے آئی ہیں، انہیں تسلیم فرمایا کہ ان لوگوں سے زیادہ کا انصاف
 کرتے تھے جو صحابہ کو کراویہ کافر کہتے ہیں، وہ کہتے تھے کہ
 (میں غریب)۔ مثلاً جرات صلابہ میں ملوث تھیا۔ ہے۔

یہ مختصر مجموعہ ہے حلف، خلف، ملحقہ میں و مخرجین ملحقے امت کے مقدمہ
 اقوال کا شن میں تمام صحابہ اور رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ حدیث و سنت پر بھی
 اہل باغ و اطلاق ہے اور میں پر بھی۔ ان کے اور پانچ پیش آئے۔ کے مشر جرات میں
 خوش نہ یاد ہے یا حکمت اختیار کرے یا پھر ان کی شان میں کوئی ایسی بات کہنے سے
 پانچ مرتبہ اس سے ان میں سے کسی کی تشبیہ ہوتی ہو۔

صحابہ کرام معصوم نہیں، مگر مغفور و مقبول ہیں

اس کے ساتھ ان سب حضرات کا میں پر بھی اتنی ہے کہ یہ صحابہ کرام، انبیاء
 علیہم السلام میں طرح معصوم نہیں، ان کے خط میں اور کو و راز ہونے میں اور ہونے
 ہیں، انہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدود و سرزمین ہادی کی مائی ہیں،
 احادیث و روایہ میں یہ سب واقعات ناقابل انکار ہیں۔ خود وہ بعد بیانات میں ان کا

تشریحات موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو روایت نمبر ۱۱، مکرر اس کے باوجود عام افراد بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بہ چند درجہ خاص امتیاز حاصل ہے۔

۱- اقول یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے حق تعالیٰ نے ان کو یہ اعزاز بخشا کہ شریعت ان کی طریقت بن گئی تھی۔ غالب شرع کوئی کام یا گزشتہ ان سے صادر ہوتا، انتہائی شاذ و نادر تھا، ان کے اعمال سادہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام پر اپنی جانیں اور مالی و دلاویں قربان کرنا اور ہر کام پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضیات کے اقتدار کو اعلیٰٰ زندگانی اور اس کے لئے اپنے خباہت کرنا جس کی نظیر پچھلی امتوں میں نہیں ملتی، ان بے شمار اعمالی صراط اور فضائل و کمالات کے مقابلے میں خرچہ میں کسی گناہ کا سرزد ہو جانا اس کو خود اپنی کاعدہ مہربان ہے۔

۲- خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت اور اہل گناہ کے صدور کے اذیت ان کا خوف و خشیت اور فوراً توبہ کرنا بلکہ اپنے آپ کو سزا جاری کرنے کے لئے جہنم کر دینا اور اس پر اسرار کرنا، روایات حدیث میں معروف و مشہور ہیں، بخاتم حدیث توبہ لے لینے سے گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی گناہ بیاہی نہیں۔

۳- قرآنی ارشاد کے مطابق انسان کی حسرت بھی اس کی سیدات کا خود بخود گناہ نہ ہو جاتی ہیں۔

اِنَّ الْغُنَاةَ يَنْدَجِبْنَ الشَّنَابَ

۴- افسوس دین اور نصرت اسلام کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی محبت و محکم دینی اور مشقت و محنت کے ساتھ ایسے سفر کے سر کرنا کہ اقوام عالم میں ان کی نظیر نہیں۔

۵- جن حضرات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان واسطہ

اور رابطہ ہونا کہ باقی اُمت کو قرآن و حدیث اور دین کی تمام تعلیمات انہیں حضرات کے ذریعے پہنچی۔ ان میں نہ ملی و کم تائی رزقی تو قیامت تک دین کی حفاظت اور دنیا کے گوشے گوشے میں اشاعت کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے ان کے اقباق و عداوت، ان کے حرکات و سکنات کو دین کے تابع بنادیا تھا، ان سے اول تو عثمان، مسعود، علیؓ، عمارؓ، عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کی شہادت و شہداء کا صدور ہو گیا تو فوراً اس کا اندر و توبہ، استغفار اور دین کے معاملے میں پہلے سے زیادہ سخت و مشدق اُٹھا کر کریمؐ ان میں معروف و مشہور تھا۔

۶۔ حق تعالیٰ نے ان کو اپنے نبیؐ کی صحبت کے لئے منتخب فرمایا اور دین کا وسعہ اور رابطہ بنایا تو ان کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ انی ذیالہذا ان سب حضرات کی خطاؤں سے، گنہگار اور معاف ہو جائیں، یعنی رضا و رضوان کا اعلان کر دیا اور ان کے لئے جنت کا وعدہ قرآن میں مازں فرمایا۔

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ہدایت فرمائی کہ ان سب حضرات سے محبت و عظمت لازمات ایمان ہے، اور ان کی تشبیح و توہین ضرر ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا سبب ہے۔

یہ وجوہ ہیں جن کی بناء پر ان کے معصوم نہ ہونے اور شہداء و شہداء کے صدور کے باوجود ان کے تشیع اُمت کا یہ عقیدہ قرار پایا کہ ان کی طرف کسی عیب و خدشہ کی نسبت نہ کریں، ان کی تشبیح و توہین کے شائبہ سے بھی گریز کریں، ان کے درمیان جو باہمی اختلافات اور مقابلہ حب کی نوبت آئی، ان شجرات میں اگرچہ ایک قریبی ختام و مداخلت پر تھا، اور عمائے اُمت نے جماع نے ان شجرات میں حضرت علیؓ کی کرم اللہ وجہہ کا حق پر ہونا اور ان کے پائے علیؓ کی جنت کرنے والوں کا خطہ پر ہونا جو ہی صراحت و وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا، لیکن ساتھ ہی قرآن و سنت کی نصیحت غلاموں کی بناء پر ان پر بھی سب کا جماع و اتفاق ہوا کہ جو فریق خطہ پر بھی تھا

اس کی خطا بھی اذرا و اجتہادی تھی جو مٹنا نہیں، بلکہ اس پر ایک انجر ملنے کا وعدہ حدیث صحیح میں مذکور ہے، اور اگر قتل و قتل اور جنگ کے جنگاموں میں کسی سے واقعی کوئی الغرض، برہنہ ہوا بھی ہے تو وہ اس پر نادم و تائب ہوئے، جیسا کہ اکثر حضرات سے ایسے کلمات منقول ہیں (ان کا آئنے ذکر کیا جائے گا)۔

مخصوصاً جبکہ قرآن کریم نے حق کی مدد و ثناء اور حق سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا بھی اعلان فرمادیا، جو غلو و برکزر سے بھی زیادہ اونچا مقام ہے، ملاحظہ ہوں (آیات مذکورہ میں نمبر ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱)۔

جن حضرات کے اتفاقاً گناہوں اور خطاؤں کو بھی حق حالی معاف کر چکا تو اب کسی کو کیا حق ہے کہ ان گناہوں اور خطاؤں کا تذکرہ کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرے اور اس مقدس گردہ پر اُست کے اعتقاد و اعتقاد میں طبل ڈال کر دین کی بنیادوں پر ضرب لگائے، اس لئے صاف حد نصین نے عموماً ان معاملات میں عقب نشان اور سکوت کو ایمان کی سلامتی کا ذریعہ قرار دیا۔ باہمی حروب کے درمیان ہر فریق کے حضرات کی طرف جو باتیں قابل اعتراض منسوب کی گئیں، ان کے بارے میں دو طریقہ اختیار کیا جو تصدیق و واسطیہ کے حوالے سے اوپر نقل کیا گیا ہے کہ ان قابل اعتراض باتوں کا بیشتر حصہ کذب و افتراء ہے جو ردافض، خوار و اور منافقین کی روایتوں سے تاریخ میں درج ہو گیا ہے، اور جو کچھ صحیح بھی ہے تو وہ بھی منہا اس لئے نہیں کہ اس کو انہوں نے اپنے اجتہاد سے جائز بلکہ دین کے لئے ضروری سمجھ کر اختیار کیا، اگرچہ وہ اجتہاد ان کا غلط ہی ہو مگر پھر بھی گناہ نہیں۔ اور اگر کسی خاص معاملے میں یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ غلط اجتہادی ہی نہیں، واقعی گناہ کی بات ہے، تو ظاہراً ان حضرات کے خوف خدا و فکر آخرت سے یہ ہے کہ انہوں نے اس سے توبہ کر لی، خواہ اس کا اعانہ نہ ہوا ہو اور دلوں کے ظلم میں نہ ہو، اور بالغرض یہ کہی نہ ہو تو ان کے حسنات اور دین کی خدمات اتنی عظیم ہیں کہ ان کی وجہ سے معافی ہونا قریب بہ یقین ہے۔

بہت بعض حضرات نے، انفس و غیوریں اور منافقین کی شائع کردہ روایات سے عوام میں پھیلنے والی غلط فہمی دور کرنے کے لئے شایعات سنا کر ہمیں کلام کیا ہے، جو اپنی بلکہ صحیح ہے، مگر پھر بھی دو ایک مسئلہ افسادِ عوام میں سے صحیح سر لے کر لے کر آنا آسان کام نہیں ہے، اس لئے بصورتِ امت اور اقلیات صنف نے اس پر پابندی نہیں لرایا۔

سلبِ حدیث اور غلامانہ امت نے رشادات کو غلامانہ:

۱۔ حضرت امیرِ مومنین ابو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ اہتمام، سب صحابہ کرام کے حق میں فرمایا: یہ پاک ہل، عادات و عناق میں، سب سے بہتر، اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے ہیں، ان کی قدر کرنا چاہئے (۱۔۱۔۱۱)۔

۲۔ حضرت مہرِ احمد بن محمد رضی اللہ عنہ کے سامنے سب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تیس کرام لگائے گئے تو وہ جو کہہ نہ سکتے تھے ان میں ایک صحیح بھی تھا، مگر حضرت اس عذر نے ممانعت فرمائی اور کلام لگانے والوں کو کلامِ غمخیز (روایت نمبر ۱۹ ابن تیمیہ رحمہ اللہ)۔

۳۔ افضل امتا ہمیں حضرت محمد بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے جہاں تہذیب صحابہ کرام کے متعلق فرمایا کہ صحابہ کرام امت کے سابقین اور ان کے مقتدا ہیں اور صراطِ مستقیم ہیں (ابو داؤد کتاب السنن، روایت نمبر ۱)۔

۴۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے قتالہ صحابہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس میں جانے اور موجود تھے وہ ہم غائب، وہ حالات و حالات کی صحیح حقیقت جانتے تھے، ہم نہیں جانتے، اس لئے جس چیز پر واقف ہوئے ہم نے ان کا اتباع کیا اور جس چیز میں ان کا اختلاف، وہ اس میں ہم نے توقف اور سکوت کیا (روایت نمبر ۱۹ از قریطی)۔

۵۔ حضرت عباسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم بھی وہی بات کہتے ہیں جو حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمائی کہ ان حضرات صحابہ نے جو عمل اختیار کیا اس میں وہ

ہم سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، اس لئے ہمارا مسلک یہ ہے کہ جس معاملے میں ان کا اتفاق ہو تو ہم ان کا اتباع کریں، اور جس میں اختلاف ہو وہاں توقف اور سکوت اختیار کریں، کوئی نئی رائے اپنی طرف سے قائم نہ کریں، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ اپنے اجتہاد کی بناء پر کیا، اور ان کا مقصود اللہ تعالیٰ ہی کے حکم کی تعمیل تھی، کیونکہ یہ حضرات دین کے معاملے میں حکم نہیں تھے (روایت نمبر ۱۴۴ از قرطبی)۔

۱۶:- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے مساجرات منابہ میں گفتگو کرنے کے متعلق فرمایا کہ: یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے، ہر سے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے (کیونکہ ہم اس وقت موجود نہ تھے)، ان لئے ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو بھی اس خون سے آلودہ نہ کریں (یعنی کسی صوفی پر حرف گیری نہ کریں اور کوئی الزام نہ لگائیں بلکہ سکوت اختیار کریں) (روایت نمبر ۱۵ شرح مواقف)۔

۷:- امام مالکؒ کے سامنے جب ایک شخص نے بعض صحابہ کرامؓ کی تنقیص کی تو آپ نے قرآن کی آیت: "وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ كَبِهَتُهُمْ الْمَتَاعُ" سے "لِيَنْبِطَ بِهِمْ الْكُفْرَانُ" تک تلاوت فرمائی اور کہا کہ: جس شخص کے دل میں کسی صحابی کی طرف سے غیبت ہو وہ اس آیت کی نذر میں ہے، ذکرہ المصطب ابوہریرہ۔ اور حضرت امام مالکؒ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو صحابہ کرامؓ کی تنقیص کرتے ہیں کہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کا اصل مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہے مگر اس کی جرأت نہ ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی نمائندگی کرنے لگے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ معاذ اللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جڑی تھی، اگر وہ اچھے ہوتے تو ان کے صحابہؓ بھی صالحین ہوتے (العصارۃ المسلول المنہج)۔

۸:- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ صحابہ کرامؓ کی نمائندگی کا تذکرہ کرے یا ان پر کسی عیب اور نقص کا طعن کرے، اور اگر کوئی ایسی حرکت کرے تو اسے سزا دینا واجب ہے۔ اور فرمایا کہ: تم جس شخص کو

کسی صحابی کا زانی کے ساتھ ذکر کرتے دیکھو تو اس کے اسلام و ایمان کو مستحکم و مضبوط سمجھو (روایت نمبر ۴)۔

اور ابو اجم بن میسرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو بھی نہیں دیکھا کہ کسی کو خود مارا ہو، مگر ایک شخص جس نے حضرت معاویہؓ پر سب و شتم کیا، اس کو انہوں نے خود کوڑے لگائے، (رواد اللال کمالی، ذکوہ ابن نبیہ ص ۱۵۰)۔

۱۰۔ امام ابو زرہ عراقی رحمہ اللہ استاذ مسلمؒ نے فرمایا کہ: تم جس شخص کو کسی صیہ کی تشبیہ کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے جو قرآن و سنت سے امت کا اعتماد زائل کرنا چاہتا ہے، اس لئے اس کو زندیق اور کفر کہا ہی جاتا ہے (روایت نمبر ۵)۔

یہ تو چند اسلاف امت کے خصوصاً ارشادات ہیں، اس کے علاوہ مذکورہ بعد روایات و عبارات میں اس کو امت کا اجماعی عقیدہ بتلایا ہے جس سے انکار کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں۔

مشاجرات صحابہؓ کے معاملے میں صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ مجتہدینؒ کا عقیدہ اور فیصلہ ہے کہ خواہ اس وجہ سے کہ ہم ان پورے حالات سے واقف نہیں ہیں میں یہ حضرات صحابہؓ مجتہدینؓ ہیں یا امتا جہ سے کہ قرآن و سنت میں ان کی بدعت و راء اور رضوان خداوندی کی بشارت اس کو مقتضی ہے کہ ہم ان سب کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے سمجھیں، اور ان سے کوئی الغرض بھی ہوئی ہے تو اس کو معاف قرار دے کر ان کے معاملے میں کوئی ایسا حرف زبان سے نہ نکالیں جس سے ان میں سے کسی کی تشبیہ یا کسر شان ہوتی ہو، یا جو ان کے لئے سبب ایذاء ہو سکتی ہے، کیونکہ ان کی ایذا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا، ہے۔ بڑا بد نصیب ہے وہ شخص جو اس معاملے میں محقق مفکر بہادری کا مظاہرہ کرے اور ان میں سے کسی کے ذمہ جرم ڈالے۔

مستشرقین اور ملحدین کے

اعتراضات کا جواب

اس زمانے میں جن مل قمر نے مصر اور ہندوستان میں مشاجرات صحابہ کے مسکے کو بیچے تھے ان کا موضوع بنایا دراصل یہ کہ ان میں کبھی جیسا کہ ان کے پیش نظر ماحصل آج کل نے مستشرقین اور ملحدین کا ذہن اور جواب دی ہے، جس کو انہوں نے اسلام کی خدمت سمجھ کر اختیار کیا ہے۔

اس وقت جبکہ عام مسلمانوں میں اپنی تعلیم کے فقدان اور غی طہدانہ تعبیر کے رواج نے خود مسلمانوں کے بہت بڑے طبقے کو اسلام اور عقائد اسلام اور احکام اسلام سے بیکار کر دیا ہے، اسلاف کا ادب و احترام ان کے انہوں میں ایک بے معنی خط ہو کر رہ گیا ہے، اسی کا نام "آزادی خیال" رکھ دیا ہے۔ مستشرقین اور ملحدین جو بیحد سے اسلام پر مختلف جہات سے حملے کرنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں، انہوں نے موقع کو غصہ سمجھ کر اسلام پر اس طرح سے حملہ شروع کیا کہ عوام میں صحابہ کرام کے متعلق ایسی باتیں پھیلائی جائیں جن سے صحابہ کرام کا اعتقاد و اعتقاد جو مسلمانوں کے دلوں میں ہے وہ نہ رہے، در جب اس مقصد کو وہ سے اہم و اہم کیا تو پھر ہر بے دینی کے لئے راستہ ہموار ہو گیا، اس مقصد کے لئے انہوں نے مسلمانوں میں کی سب تواریخ پر دیرینہ اور تحقیق کے نام سے کام شروع کیا، اور کتب تواریخ جو صحیح و عظیم ہر مروج کی روایات پر مشتمل ہیں اور جن میں روافض و غرائب کی روایتیں بھی شامل ہیں ان میں سے جن جن نادرہ روایات و روایات مظاہرہ م پر اسے جن سے اس مقصد کو وہ کی حیثیت اقتدار و پند لیڈروں سے ڈاکہ کھاتے ہیں، اور ان میں بھی ان کی زندگی و ایک کھانا فنی قصہ میں پیش کرنے لگے، ہمارا مقصد یہ ہے کہ

اپنے مکھر کی چیزوں سے بے خبر اور اسلام کے ضروری عقائد و احکام سے ناواقف کر دیا گیا ہے، وہ مستشرقین کی کتابیں شوق سے پڑھتا ہے، اور یہ بدقسمتی سے ان کی بحثوں کو ہی ایک علم سمجھ کر پڑھتا ہے، وہ مستشرقین اور طہرین کے اس دام میں آئے گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں میں سے کچھ اہل فکرم نے ان کے دفاع کے لئے کام شروع کیا، اور یہ بلاشبہ اسلام کی ایک خدمت تھی جو زمانہ قدیم سے علم کلام اور متکلمین اسلام کرتے آئے ہیں۔

لیکن اس کام کا جو طریقہ اختیار کیا وہ اصولاً غلط تھا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود ان کے دام میں آ گئے اور صحابہ کرامؓ کے تقدس اور پاک بازی کو بحروح اور اس مقدس گروہ کو بدنام کرنے کا جو کام مستشرقین اور طہرین نہیں کر سکے تھے کہ حقیقت شناس مسلمان بہر حال ان کو دشمن اسلام جان کر ان پر اعتقاد نہ کرتے تھے، وہ کام ان معتقدین کی کتابوں نے پورا کر دیا۔

وجہ یہ ہے کہ کسی بھی شخصیت کو بحروح کرنے اور اس پر کوئی الزام ثابت کرنے کے لئے اسلام نے جرح و تعدیل کے خاص اصول مقرر فرمائے ہیں جو عقلی بھی ہیں اور شرعی بھی، جب تک الزامات کو جرح و تعدیل کے اس کانٹے میں نہ تو لا جائے اس وقت تک کسی بھی شخصیت پر کوئی الزام عائد کرنا، اسلام میں جرم اور ظلم ہے۔ یہاں تک کہ جو شخصیتیں ظلم و جور میں معروف ہیں ان پر بھی کوئی خاص الزام بغیر ثبوت و تحقیق کے لگا دینے کو اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ بعض اکابر امت کے سامنے کسی نے حجاج بن یوسف ثقفی پر، جس کا ظلم و جور دنیا میں معروف و متواتر ہے، کوئی جہمت لگائی تو اس پر رگ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس کا ثبوت شرعی موجود ہے کہ حجاج بن یوسف نے یہ کام کیا ہے؟ ثبوت کوئی تھا نہیں، قتل کرنے والے نے حجاج کے بدنام اور معروف بالظلم ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھی کہ اس کا ثبوت مہیا کرے۔

اس مقدس بزرگ نے فرمایا کہ: خوب مجھ کو کجایں اگر ظالم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بڑا ہے اور اس کا کلام ظالم ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی پارسے کہ کجایں پر اُس کوئی خدا ہے نہ نکالے تو اس کا بھی انتقام اس سے لیا جائے گا۔ قربتِ علیائین کا قانون عدل اس کی وجہ نہیں، بلکہ کوئی شخص مناجارِ فاسق، بد کافر بھی ہے تو اس پر جو بے حد الزام و تہمت لگاؤ۔

اور جب اسلام کا یہ موجد مافراؤ انسان یہاں تک کہ کفر و فساد کے ساتھ بھی ہے تو اندازہ لگائیے کہ جس کرودہ اس نے اللہ و رسول پر ایمان لانے کے بعد بنا سب چیزوں کی مٹھی نے لئے قربان کیے ہوئے۔ اپنے آپ ایک قدم اور ایک ایک راس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی نگیں کو خفیہ اندکی بنا دیا۔ جن کے تمام اخلاق اور عرص و انصاف کی شہادتیں نے بھی دی ہوں ان کے متعلق اذیم کا عنوان قانون اس کو کیسے نوادہ کر سکتا ہے کہ ان کی مقدس مشیوں کو بدنام کرنے اور ان پر الزامات لگانے کی لگوں کو بھلی چھٹی دے، کہ یہی ہی خدا ملے روایت و حکایت سے بلا تہیہ تحقیق ان کو مجرم قرار دے دیا جائے۔

مستشرقین اور محدثین خود دشمن اسلام ہیں، یہ اُمم جن پر جو کچھ بھی اسلام کے اس دماغ اور خیریت اصول عدل و انصاف کو نظر انداز کریں تو ان سے بیکو مستبعد نہیں۔ مگر افسوس ان حضرات پر ہے جو ان کی عدالت کے لئے اس خونی میدان میں اترے تھے، انہوں نے بھی اس اسلامی افسوس کو نظر انداز کر کے مضمرات صحابہ کے بارے میں وہی طریقہ کار اختیار کر لیا جس کو مستشرقین نے اپنی سوچن لکھی تھی۔ اسے اسلام و اسلافِ اسلام کے خلاف اختیار کیا تھا کہ صرف تادیبی کی ہے سند اور خلاف مدبر روایت کو موضوع تحقیق اور عدم کار بنا کر انکس روایات و حدیثات کی بنیاد پر حضراتِ صحابہؓ کی شخصیتوں پر الزامات عائد کر دیئے۔

یہی ہے حضرات وہ ہیں کہ ان کی زندگی اور ان کے احاس کا بہت بڑا حصہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ کا جزء ہے اور علم حدیث میں بڑی ضیاء و تنقید کے ساتھ مدون ہو چکا ہے، اس طرح بہت بڑا حصہ قرآن کریم میں مذکور ہے، کیونکہ بہت سی آیات قرآن کا نزول خاص خاص صحابہ کرام کے واقعات میں ہوا ہے، پھر قرآن میں جو حکم آیا اگرچہ وہ سب مسئلوں کے لئے عام قرار پایا، مگر یہ صحابی تو خصوصیت سے اس کے مصداق تھے۔ اس طرح غور کیا جائے تو انہیں آیات کے ضمن میں صحابہ کرام کے بہت سے حالات و معاملات آجاتے ہیں۔ جن حضرات کی زندگی کو سمجھنے اور ان کے حالات کو معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم کی مجملہ آیات اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انجائی و احتیاط و تنہید و تحقیق کے ساتھ مدون کی ہوئی روایات موجود ہوں، اور ان کے بالقابل لہذا تاریخ کی حکایات ہوں جن کے متعلق اندہ تاریخ کا اتفاق ہے کہ ان حکایات و روایات میں نہ صحت سند کا اہتمام ہے نہ راویوں پر جرح و تعدیل کا مدہ نہ دستور ہے، بلکہ ایک سوز و گم کا دیانت و ادب نہ کام ہی آتا ہے کہ کسی واقعے کے متعلق جتنی جس طرح کی روایتیں مل کر پہنچیں ہیں وہ سب کو جمع کرے۔ خواہ وہ اس کے مسلک و مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ تاریخ کی صحیح و سقیم روایتیں مگر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معتد و معتبر روایات کے خلاف کسی شخصیت کے بارے میں کوئی تاثر دیں اور ان پر کچھ اثرات عائد نہ کریں، تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ان بھروسے بے سند تاریخی روایات کو قرآن و حدیث کی شہادتوں پر ترجیح دے کر ان حضرات کو حزم قرار دے دیا جائے۔

یہ صرف ”اسلامی عقیدت مندی“ اور ”صحابہ کی جذبہ داری“ کا منہ نہیں بلکہ عقل و انصاف کا مسئلہ ہے، غیر مسلم مستشرقین اور ان کے ہم نواؤں سے میرا سوال ہے کہ ایک شخص یا جماعت کے متعلق اگر وہ طرح کی روایات موجود ہوں، ایک قسم کی روایات میں روایت کی پوری سند محفوظ ہے، اس کے راویوں کو جرح و تعدیل کے معیار پر جانچا گیا ہے، الفاظ روایت میں کمال احتیاط برتی گئی ہے، اور دوسری قسم ایسی

روایات کی ہیں جن میں تمام مطب و پائس صحیح و معتد روایات بلا کسی سند کے آئی ہیں۔ اور انہیں کوئی سند ہے بھی تو اس کے راویوں کی کوئی چوٹی پڑتا نہیں آتی تھی۔ ان روایات کے الفاظ ہی جانچ کر تول کر لئے گئے۔ ایسے حالات میں وہ ان دونوں قسم کی روایات میں سے کس قسم کو اپنی دیکھنا اور تحقیق میں ترجیح دیں گے۔

اگر عقل و انصاف آج بھی کسی چیز کا نام ہے تو ایک کام کر سکتے ہیں۔ مشاہرات سے بداور ان کی باہمی جنگوں میں جو حضرات پیش پیش ہیں، حضرت علیؓ، حضرت امیرؓ، حضرت معاویہؓ، طلحہؓ و زبیرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ ان حضرات کے حالات اور ایک دوسرے کے خلاف مقدمات کچھ حدیث کی کتابوں میں بھی روایت حدیث کے اصول پر نہ کہ مجمع شدہ موجود ہیں، اور انہیں حضرات کے کچھ حالات، مقالات تاریخی روایت میں آئے ہیں، ان دونوں قسم کی روایات کو الگ الگ پڑھ کر اپنے ذہنوں اور دلوں کا جائزہ لیں کہ علم حدیث میں آئی ہوئی روایات انہیں معاملات کے متعلق کیا تاثر دیتی ہیں؟ اور ان تمام تر کے دیکھیں تو کوئی شبہ نہیں رہے گا کہ حدیث میں جمع شدہ روایات سے اگر کسی صحابی کی کوئی زیادتی یا لغزش بھی معلوم ہوتی ہے تو اس کا مجبوری تاثر یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ ان کی شخصیت بھروسہ، ناقابلِ اعتماد ہو جائے، بخلاف تاریخی روایات کے کہ ان کو پڑھ کر ایک انسان دونوں فریق کو یہ گمراہی ایک فریق کو عداوت، اقتدار پسند و اقتدار حق سے پیچھے ہٹنے والا قرار دے گا۔ مستشرقین کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار و اختلاف پیدا کریں، صحابہ کرامؓ کے سب ترہ نہیں تو بعض ہی کو مجرمان، غیر معتد بنا دیں، انہوں نے اگر قرآن و سنت کی نصیحت و روایات سے آنکھیں بند کر کے صرف تاریخی روایات کی بنا پر حضرات صحابہؓ کے بارے میں کچھ فیصلے کئے تو کوئی بہید نہیں تھا، افسوس کہ مسلمان اہل فکر پر ہے، انہوں نے اس میدان میں تمام کھینے کے ساتھ اسلام کے ہر ماہی، اصولی تغذیہ اور حکیمانہ چرچ

و تعدیل کے اصول کو نظر انداز کر کے انہیں تاریخی روایات کو ہمارے کار بنالیا۔ قرآن و حدیث کی فصیح صریح قطعیت نے جن بزرگوں کی تعدیل نہایت وزن دار الفاظ میں فرمائی اور دین کے معاملے میں ان کے عقیدہ معتبر ہونے کی گواہی دی، جن کے بارے میں قرآن و سنت ہی کی فصیح نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان سے کوئی عہد یا لغزش ہوئی بھی ہے تو وہ اس پر قائم نہیں رہے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مغفور، مرحوم اور مقبول ہیں، اس کے بعد تاریخی روایات سے ان کو جرح و انزام کا نشانہ بنانا اسلام کے خلاف ہے ہی عقل و انصاف کے بھی خلاف ہے۔

امت کے اسلاف و اخلاف صحابہ و تابعین اور بعد کے علمائے امت کا جو اجتناب اور نقل کیا گیا ہے کہ سنا جرات صحابہ اور باہم ایک دوسرے کے خلاف چیزی آنے والے واقعات میں سکوت اور کلمہ لسان ہی شیوہ اسلاف ہے، اس معاملے میں جو روایات و حکایات منقول چلی آتی ہیں ان کا تذکرہ بھی مناسب نہیں۔
یہ کوئی "مذہبی عقیدت مندی" یا "تحقیق سے راہ قرار" نہیں، بلکہ صحیح تحقیق کا عادی نہ اور محاذ فیصلہ ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ قرآن و سنت کی فصیح قطعیت کی رو سے یہ وہ مقدس گروہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور امت کے درمیان واسطہ بنانے کے لئے منتخب فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کیمیاء اثر نے ان کے اعتقادات، اعمال، اخلاق، عادات میں وہ انقلاب عظیم برپا کیا کہ باوجود غیر معصوم ہونے کے ان کا قدم شریعت اسلام کے خلاف نہ اٹھتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و درمیان اسلام کی نصرت میں ان کی خدمات حیرت انگیز ہیں، جن کو دشمنان اسلام نے بھی حیرت کے ساتھ سراہا ہے، ان کی طرف جو قائل و معترض بعض اعمال منسوب ہیں ان کا بہت بڑا حصہ تو وہ ہے جو سراسر جھوٹ و افتراء و سہائی تحریک کی سازش اور رد و انقضائے خوارج کی عسکری ہوئی خرافات ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو بظاہر خلاف شرع ہیں مگر ھینچ

خلاف شرع نہیں بلکہ شرع پر جس کرنے کی ایک خاص صورت ہے جس کو انہوں نے اپنے اجتہاد و شرعی سے تجویز اور دین کے لئے ضروری سمجھا، اگر اس میں ان سے خطاء بھی ہوئی ہو تو وہ مٹا نہیں بلکہ اس پر ان کو حسب تصریح حدیث ایک اجر بھی ملے گا۔

ابو اُمرونیؒ کا یہ کام بھی کبھی کسی سے سرزد ہوا ہے جو خطاء اجتہادی میں بلکہ دقیقہ محتاج ہے تو انہ: ایسا کام ان کی پوری اسلامی زندگی میں اتنا شاذ و نادر ہے کہ ان کے انہوں حساسات اور اسلام کی اہم خدمات کے مقابلے میں قابل ذکر بھی نہیں، پھر ان کے خوف خدا اور عدم بصیرت کے پیش نظر یہ ظاہر ہے کہ وہ اس پر قوت نہیں رہے بلکہ تابع ہوئے اور یہ بھی نہ ہو تو شاذ و نادر خطاء و گناہ ان کی عقیم احسان اسلامی خدمات اور انہوں حساسات کی وجہ سے معاف ہو گیا، جس کی معافی کا ایمان حق تعالیٰ کی رضا و رضوان کے عنوان سے قرآن کریم میں کر دیا گیا ہے۔ ان حالات میں کیا عقل اور عدل و انصاف کا یہ تقاضا نہیں کہ تاریخی روایات کو متاخرین و مخالفین کی روایات اور مجموعی حکایت سے خالی بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ روایات بمقابلہ روایات حدیث اور آیات قرآن کے بخرود واجب الحکم ہیں۔

یحییٰ جنگ کے وقت بھی صحابہ کرامؓ کی رعایت حدود

جماعت صحابہ کرامؓ وہ مقدس اور خدا ترس گروہ ہے جو اپنے چاروں اعضاء بلکہ طاعات و عبادات پر بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور خائف رہتا ہے کہ جب اپنی کسی اجتہادی خطاء پر متنب ہو جاتا ہے تو نہ امت کے ساتھ اس کا اعتراف اور اس پر استغفار کرنا ان کا اصول ہے۔ مشاہیر اصحابؓ میں جو حضرات باطنی امت حق پر تھے اور حق کی مجبوری سے انہوں نے اور اس پر تلوار اٹھائی و رفع بھی پائی، وہ بھی نہ اپنی رفع پر مسرور ہوئے، نہ فتوح حضرات کے مغلوب ہونے پر کوئی گلہ خزان کی زبانوں سے نکلا، بلکہ مقابلہ طریق کو بھی اللہ والا، ایک ایسے مگر خطاء و اجتہادی میں مگر سمجھ کر ان کے قتل اور نقصان پر انہوں نے نہ اصرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت بڑی

جماعت جو فریقین سے شک نہیں چاہتا۔ دینی ان میں کسی کے ساتھ نہ رہی تھی۔ ان کو معذرت قرار دیا کہ ان حضرات کی تائید نہیں کی گئی۔ مندرجہ ذیل روایات اس کے ثبوت کے لئے کافی ہیں۔

۱۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جو الزامات لگائے گئے تھے ان میں جس چیز کا خلاف شرع ہونا کو ثابت ہو گیا اس سے توبہ کا اعلان کھلے غدار پر فرمایا۔

(شرح عقیدہ دارالہدیٰ)

۲۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بصرہ کے سفر پر جہاں جنگ بھل گئی وہاں واقعہ پیش آیا، ندامت کا اظہار فرمایا، اور جب وہ اس واقعے کو یاد کرتی تھیں تو ان روایتیں کہ ان کا وہ پتہ نہ ہو جاتا تھا۔ (شرح عقیدہ دارالہدیٰ)

۳۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے اس قصہ پر ندامت کا اظہار فرماتے تھے کہ ان سے حضرت عثمان غنی مدد کرنے میں کوتاہی ہوئی۔ (ایضاً)

۴۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس سفر پر ندامت کا اظہار کر کے جس میں جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا۔ (ایضاً)

۵۔ حضرت علی کریم اللہ وجہ نے (اس قتال میں حق پر ہونے کے باوجود) بہت سے پیش آنے والے واقعات پر ندامت کا اظہار فرمایا۔ (ایضاً)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ حضرت اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ جنگ یمس اور جنگ صفین کے موقع پر آپؐ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ مخالف لشکر والوں کے حق میں غلو آمیز باتیں کہہ رہا ہے، آپؐ نے فرمایا: ان کے بارے میں بھڑائی کے سوا کچھ نہ کہو، ان لوگوں نے سمجھ ہے کہ ہم نے ان کے خلاف جہاد کی ہے، اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے، اس لئے ہم ان سے قتال کر رہے ہیں۔ (مسند ابی داؤد ج ۱ ص ۶)

تیسرا ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا کہ جنگ بھل گئی اور جنگ

صنمیں میں قتل ہونے والوں کا انجام کیا ہوگا؟ حضرت عائشہؓ نے دونوں فریقوں کو صرف
اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:-

لَا يَهْوِي أَحَدٌ مِنْ هَؤُلَاءِ وَخَلَعَ نَفْسِي إِلَّا دَحَلَ الْجَنَّةَ.

(بخاری میں غزوہ بدر ص ۳۸۵، فصل نمبر ۳۰)

ترجمہ:- ان میں سے جو شخص بھی مخالفی قلب کے ساتھ مرا ہوگا،
وہ جنت میں جائے گا۔

اور جنگِ صفین کے دوران راتوں میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ: اچھا مقدمہ
تھا جو عبداللہ بن عمرؓ اور سعد بن - کھٹے نے اختیار کیا کہ ان دنوں سے مجھ سے رہے،
کیونکہ یہ کام انہوں نے صحیح کیا، تب تو ان کے اہل عقیقہ میں کیا شہ ہے؟ اور اگر اس
جنگ سے بعد وہ رہنا کوئی کتا بھی تھا تو اس کا معاملہ بہت ہکا ہے۔ اور حضرت حسن
رضی اللہ عنہ کو غائب کر کے فرمایا کرتے تھے:-

يَا حَسَنُ! مَا ظَنُّكَ أَنْكَ نِ الْأُمُورِ يَلْعَ الْهٰذَا

وَذَ أَنْكَ لَوْ مَاتَ قَبْلَ هَٰذَا بِعَشْرِينَ سَنَةً.

یعنی اے حسن! تیرے حسن! تیرے باپ کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ

معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا، تیرے باپ کی تمنا یہ ہے کہ کاش:

وہ اس واقعے سے تیس سال پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔

اور جنگِ صفین سے واپسی کے بعد دُشمن سے فرماتے تھے کہ: اہل
معدیہ کو بھی بُرا نہ سمجھو، کیونکہ وہ جس وقت نہ ہوں گے تو تم مردوں کو مردوں سے
نرتے ہوئے آکھو گے۔ (شرح فقہ ذوالہجہ ص ۴۵۸، ۴۵۹)

مفسر طبرانی کبیر میں طلحہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جب واقعہ جہیں
حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ کے قتل کے واقعہ کے واقعہ شہید
ہوئے، حضرت علیؓ اپنے گھوڑے سے اترے اور ان کو ٹھانڈا اور ان کے چہرے سے

تھا۔ ساف کرنے کے اور دوجے اور آنے لے کر، کھانے میں ان وانے کے شہر
سہل پہلے مر گئے۔ (الفتح خواجہ نے اس میں تفسیر)

میں یعنی میں ان کے شہر کے ساتھ یہ روایت ہے کہ جسک پہلے میں شہر کے
میں کہم اللہ وہیہ نے حقایق پر توں کرنے وقت حضرت نے بارے میں سنت ملی
نے وہاں ہو گیا کہ یہ لوگ شکر تھے۔ حضرت میں نے فرمایا کہ شکر تے جہاں
برہمی تو اسلام میں آئے تھے۔ یہ پچھو گیا کہ کیا وہ نہ تھے ہیں؟ تو فرمایا

ان انصافعب لا یدکونن اللہ الا قبیلا

یعنی منافقین تو اللہ کا بہت کلمہ پا کرتے ہیں اور یہ کہتے

بجائے اللہ کو پا کرتے ہوئے ہیں۔

پھر پچھو گیا کہ کچھ یہ کیا میں؟ تو فرمایا کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے
دارے غارت ہوئے ہیں۔ (اس میں بھی وہ اس معنی میں کہ وہ وہاں گئے ہیں)
اور ان میں بھی میں حضرت رسول بن فراس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا :-

ایسی لاجہ ان اکوں و طلحہ و ریسر مسی فان اللہ عمر

وحلی و رغناہ فی ضلواہم فان علی

(اس میں بھی وہ اس معنی میں)

ترجمہ : مجھ کو ایسی جگہ تھی جس سے وہ لوگ ہلکے ہو گئے اور وہی
اللہ جنہا میں لوگوں میں سے ہوں ہے جن کے پاس ہے۔ میں اللہ
تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ (جنت میں) ان کے ہاں کی وہی
کہہ، جس کا یہاں ہے کہہ۔

۱۔ اس طرح حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا ہے کہ وہاں کے لوگ
تھے کہ فرمایا کہ میں بھیجے ہوا ہوں، مجھ سے افضل ہیں اور یہ اللہ کے خلاف سرف

حضرت عثمانؓ کے قصص کے مسئلے میں ہے، اور اگر وہ غوی عثمان کا قصاص لے لیں تو اہل شام میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گے۔

(الہدایۃ والنہیۃ ج ۷ ص ۱۲۹ و ص ۱۳۰)

۷۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو درود نے تجھے، امید نے پوچھا کہ آپ زندگی میں ان سے لڑتے رہے، اب روتے ہیں؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نہیں جانتیں کہ ان کی وفات سے کیا فائدہ اور کیا علم دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (الہدایۃ والنہیۃ ج ۸ ص ۱۲۹)

۸۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار مضرانی سے کہا کہ: میرے سامنے علیؓ کے اوصاف بیان کرو۔ اس پر انہوں نے غیر معمولی الفاظ میں حضرت علیؓ کی تعریف کی، حضرت معاویہؓ نے فرمایا: اللہ! ابو الحسن (علیؓ) پر رحم کر، خدا کی قسم! وہ اپنے حق تھے۔ (الاحتیاج تحت الامارہ ج ۳ ص ۴۳، ۴۴)

۹۔ قیس رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھ کر ان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے قیس کے نام ایک خط میں لکھا۔

اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کی ٹھان لی تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے ساتھی (حضرت علیؓ) سے صلح کروں گا، پھر تہہ روے خلاف ان کا جو لشکر روانہ ہوگا اس کے ہر نال و ستے میں شامل ہو کر شہنشاہ کو جلا کر کھلے بازوؤں کا در تہمداری حکومت کو کاجر مولیٰ کی طرح اٹکھاڑ چھینکوں گا۔

(تاریخ القراء ج ۷ ص ۲۸۸، ۲۸۹: مستغلین)

۱۰۔ متعدد مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ جنگِ ملتان و غیرہ کے مواقع پر دن کے وقت فریقین میں جنگ ہوتی اور رات کے وقت ایک لشکر کے لوگ دوسرے لشکر میں جا کر ان کے قتلین کی تجویز و تکفیل میں حصہ لیتے کرتے تھے۔

(امداد و التماس، ج ۱، ص ۲۷۷)

خلاصہ یہ ہے کہ جتنے حضرات صحابہؓ اس باہمی قتال میں وجودِ شریعی کی بناء پر پیش پیش تھے اور ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھ کر مقابل سے لڑنے پر مجبور تھا، انہوں نے عین قتال کے وقت بھی عدہ شریعی سے تجاوز نہیں کیا، اور تلافی ہونے کے بعد ایک دوسرے کے تعلق ان کی زبانی بدل گئی اور جو کچھ نقصان دوسرے فریق کے لوگوں کو ان کے ہاتھ سے پہنچا، باوجودیکہ وہ شریعی وجود کی بناء پر تھا، پھر بھی اس پر ندامت و افسوس کا اظہار کیا۔

اللہ تعالیٰ کو ان واقعات کے پیش آنے سے پہلے اس مقدس گروہ کے قلوب اور ان کے اخلاص و ہمد کا اور اپنی کوتاہیوں پر تادم و تائب ہونے کا حال معلوم تھا، اس لئے پہلے ہی یہ سب کچھ معلوم ہوتے ہوئے ان سب سے راضی ہونے کا دوران کے بعد ہی بنتی ہوئے کا اعلان قرآن میں مازل فرمایا تھا، جو درحقیقت اس کا اعلان ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے کوئی واقعی گناہ سرزد بھی ہوا ہے تو وہ اس پر قائل نہیں رہے تائب ہو گئے اور ان کے بارہ اعمال سے اس کو محو کر دیا گیا۔ کس قدر حیرت ہے کہ ”اسلام کی خدمت“ کا نام لینے والے بعض حضرات ان سب چیزوں سے آنکھیں بند کر کے مستشرقین و ملحدین نے طریقے پر چل پڑے، ان حضرات کی شخصیات و ذات پر تاریخ کی غلط مصلط اور خطا مصلط روایات سے الزامات تراشنے لگے، جن کو خدا تعالیٰ نے معاف کر دیا، انہوں نے ان کو معاف نہیں کیا، جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا، یہ ان سے راضی نہیں ہوئے۔

اور جب ان سے کہا گیا تو جواب میں یہ کافی سمجھ لیا کہ ہم نے تو ایسے فقہ اور مستند علماء اور محدثین کی کتب تاریخ سے نقل کیا ہے جن کے فقہ اور متفقہ علیہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں، اور یہ نہ سوچا کہ ان حضرات نے فن تاریخ کو فن حدیث سے الگ کیوں کیا، ان کا کلام فن حدیث میں جس معیار عقیدہ و تحقیق پر ہوتا ہے فن تاریخ میں وہ معیار نہیں ہوتا، اس میں نہ سند مکمل ہونے کی ضرورت سمجھی جاتی ہے، نہ راویوں پر جرح و تعدیل کی، ان کی نظر میں خود یہ تاریخی روایات کا ذخیرہ اس کام کے لئے نہیں کہ ان سے کوئی عقیدے کا مسئلہ ثابت کیا جائے یا کسی کی ذوات و شخصیت کو ان کی بناء پر با تحقیق ہر طرح قرار دے دیا جائے۔ صحابہ کرام کا معاملہ تو بہت جالا و بلند ہے، عام مسلمانوں میں سے بھی کسی کو ان تاریخی روایات کی بناء پر با تحقیق کے مجروح، قابل سزا یا ماضق کہنے کی یا ایسے انداز میں پیش کرنے کی اجازت کسی کے نزدیک نہیں دی جاسکتی جس سے پڑھنے والے ان کو اقتدار پرست اور شریعت کے جائز و ناجائز سے پہلے مقرر قرار دے۔

نتیجہ

یہ بات مقدمہ کتاب میں وضاحت سے لکھی جا چکی ہے کہ اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ فن تاریخ کسی معاملے میں قابل اعتماد نہیں، وہ فضول و بیکار ہے۔ علمائے اسلام نے اس فن کی جو حدتیں کی ہیں وہ اس کی اسلامی اہمیت کی شاہد ہیں، اور مسلمان ہی درحقیقت اس فن کو باقاعدہ فن بنانے والے ہیں، مگر ہر فن کا ایک مقام اور درجہ ہوتا ہے، فن تاریخ کا یہ درجہ نہیں کہ صحابہ کرام کی ذوات و شخصیات کو قرآن و سنت کی انصاف سے صرف نظر کر کے صرف تاریخی روایات کے آئینے میں دیکھا جائے اور اس پر عقیدے کی بنیاد رکھی جائے۔ جس طرح فن طب کی کتابوں سے اشیاء کے حوالہ و درجہ نہ پاک و ناپاک ہونے کے مسائل و احکام ثابت نہیں کئے جاسکتے، اگرچہ طب کی یہ کتابیں اکابر علماء ہی کی تصنیف ہوں۔

مشاورت صحابہؓ اور کتب تاریخ

یہاں یہ بات بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ عام واقعات و معاملات میں تاریخی روایات پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے، مشاورت صحابہؓ کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں ان تاریخی روایات کے اعتبار کا وہ درجہ بھی قائم نہیں ہو سکتا، جو یہ ہے کہ اول تو مشہور جرات جس حد قفل و قال تک پہنچے ان میں بنیادی طور پر منافقین کی سبکی تحریک کا ماتہ تھا جن کی اسلام دشمنی کھلی ہوئی ہے، پھر اسی تحریک کے نتیجے میں خود عید صحابہؓ کے اندر، وافضل و خوارج رونق پیدا ہوئے تھے، جو بعض صحابہؓ سے عدالت رکھنے تھے، اور اس زمانے میں جیسے منافقین مسلمانوں کے ہر طبقہ، کام میں اسلامی شکل و صورت اور اسلامی رفتار و رفتار کے ساتھ شریک رہے، چہ تھے اسی طرح یہ صحابہ کرامؓ کے خلاف کر دہ بھی اس وقت آج کی طرح کسی ممتاز فرقے کی حیثیت میں نہ تھے کہ ان کی کتابیں حدیث و فقہ کی الگ ممتاز ہیں، ان کے سوا بے کام باقی ملت و جماعت سے الگ ہیں، اسی وقت یہ صورت نہ تھی، ان کے عام مسلمان مشابہ ہو سکتے، یہ سب کے سب مسلمانوں کی ہر جماعت و ہر طبقہ میں ملے، ملے، تھے، بہت سے مسلمان بھی اپنے حسن ظن اور ان کے عدم اعتبار کی وجہ سے ان کی باتوں اور روایتوں پر اعتماد کریتے تھے، خود قرآن کریم نے ایک تفسیر کے مطابق بعض مسلمانوں کا منافقین کی باتوں سے متاثر ہونے کی تصریح فرمائی: "وَلَوْ كُنْتُمْ سَمَاعَاتٍ" "منہ الخوف" کے معنی جاسوس کے ہیں۔ اس طرح منافقین اور وافضل و خوارج کی مزی ہوئی روایتیں جہت سے ثقہ اور مستند علیہ مسلمانوں کی زبانوں پر بھی اعتماد کے ساتھ جاری تھیں۔ یہ معاملہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو تھا نہیں کہ اس میں روایات قبول کرنے میں نازی احتیاط اور حقیقت کا مظاہرہ کیا جاتا، فنون اور رنگوں کے معاملات اور ان میں مشہور روایات کا جن لوگوں کو تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ شہر میں کسی جگہ کوئی

بجائے پیش جائے تو اسی زمانے اور اسی شہر کے رہنے والے ہوتے ہوں گے۔ روایتوں کا یہ جو مسئلہ رہتا، کیونکہ جس شخص سے انہوں نے سنا تھا اس کو ثقہ و مستند سمجھ کر اس کی روایت بیان کرتی، مگر ہونا یہ ہے کہ جس محدث نے بھی خود ثقہ دیکھ نہیں، کئی دوسرے سے سنا اور یوں روایت در روایت ہو کر یہ ہاتھ بے سرو پا پھوٹا بیٹھا۔ یہ روایت کی صورت اختیار کر گئی ہے۔

مشارب صحابہ کا معیار اس سے الگ کیسے ہو جاتا؟ جبکہ اس میں مہندی تحریک کے مخالفوں اور رفض و توارج کی سبب سے کاپیوں کا بڑا غل غلو۔ اس نے اسلامی تاریخ جن کو اکابر علم و محدثین اور دوسرے ثقہ و معتبر حضرات نے تصحیح فرمایا، وہ اصولی تاریخ کے مطابق ہر حرح کی روایات جو کسی واقعے سے متعلق ان کو پہلی تاریخی روایات کے اصول پر سب کو بے نام و کست درج فرمایا۔

تو اب سمجھ لیجئے کہ روایات کا مجموعہ کس وجہ تو بے اعتبار ہو سکا ہے؟ اس دنیا کے بائعات و عادات میں جو تاریخی روایات مبنی کی جاتی ہیں ان میں اس طرح کے حضرات سمون نہیں ہوتے، اس لئے کتب تاریخ کا وہ حصہ جو مستحرام ہے اس سے منقطع ہے خواہ اس نے کچھ ہوائے کھتے ہوئے شیعہ اور مستند علماء میں ان کے اظہار کا وہ وہبہ بھی برکز باقی نہیں رہتا جو نہ سہارنگی واقعات کو ہوتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ان حالات میں جو پوچھ کر لیا، اگر غور و تدق اس کے سوا کوئی دوسری بات کہنے اور سننے کے قابل نہیں، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ ارشاد پہلے روایت نمبر ۱۱ میں بحوالہ تعبیر قرطبی نقل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

وقد سئل الحسن البصري رحمه الله عن قتله، فقال:

قتل شهيداً اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم وغداً

وعلموا ورحلوا، واحتموا فانيما، واختلفوا فرقته

قال سبحانه صلى الله عليه وسلم كذا قال الحسن بن علي بن فضال
 الطوسي كاسوا انعلم بما دحو الله منا وضع ما اجتماعوا
 عبه، ونصب عهده احتلوا ولا سده، رآها منا ونعلم انهم
 حبيبهم واؤزادوا، الله عز وجل ان كانوا عبر متهمين
 في الدين وسئل الله العافية

(تیسرے قول کی سیرت بحرات ص ۱۹ نمبر ۳۲۲)

۳۔ سیرت ابن ہشام رحمہ اللہ سے قول صحابہ کے بارے
 میں سوال کیا کہ تو فرمایا اس قول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے صحابہ کو ام حانتر بنے اور ہم نے سب کو لوگ حالت ا
 واثوات اور اس وقت کی مقتضیات شرعیہ سے واقف تھے، ہم
 ناواقف ان سے جس چیز پر ان کا اتفاق ہو اس میں ہر نے
 ان کی پیروی کی، یہ جس چیز میں ان کا اختلاف ہوا اس میں ہر
 نے توقف اور سکوت اختیار کیا۔

سیرت عباسی رحمہ اللہ اس قول کو نقل کرتے حضرت حسن کے
 قول کو اختیار کرتے ہیں، اور آخر میں فرماتے ہیں کہ ہر چہ وہی
 حجت جانتے ہیں کہ ان حضرات نے اجتہاد لیا، اور ان میں اللہ
 تعالیٰ کی مدد تھی، کے طالب تھے، کیونکہ دین کے معاملے یہ لوگ
 مجتہد نہیں تھے۔

یہ عقل و انصاف کا فیصلہ ہے یا تحقیق حق سے فرار؟

غور فرمائیے کہ بنگالی حالات اور منافقین، منافض و خوارج کی روایات کے شیوع نے روایات میں جو طلسمیں اور شہادتیں پیدا کر دیئے تھے ایسے حالات میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے جو فیصلہ فرمایا وہ عقل سلیم اور عین عدل و انصاف کا فیصلہ ہے یا اندھی عقیدت مندی اور تحقیق حق سے فرار؟ بعد از پانچہ روز۔

یوں غور مطلب یہ ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ جو اجتہاد نبھیں سر سے صحابہ کرام کو دیکھنے والے ہیں، وہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات میں پیش آنے والے بنگالوں کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ ”میں ان کے حالات سے معلوم نہیں“ جس کا حاصل یہی ہو سکتا ہے کہ حالات کا ایسا طریقہ شرعی اصول کے مطابق نہیں ہے جس کی بناء پر کسی شخصیت پر کوئی الزام لگایا جاسکے۔

تو بعد کے آنے والے نو ذہنین خرد وہ ائمہ حدیث بھی ہو، جیسے ابن جریر، ابن اثیر وغیرہ ان کو صدیوں کے بعد ان حالات کا علم اس بیان پر کیسے ہو سکتا تھا جن پر کسی عقیدے یا عصب کی بنیاد رکھی جاسکے، اور نہ انہوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے، بلکہ ان تاریخ کا نو چلا ہوا دستور ہر طرح کی موافق مخالف، صحیح منکر روایات کو نرینا ہے، اس کے مطابق انہوں نے اپنی تاریخ میں ہر ضلع کی روایات جمع کی ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ فیصلہ تو ایسا ہے کہ اس میں کسی عقیدے اور مذہب کا دخل نہیں۔ کوئی غیر مسلم بھی نہ کر انصاف پسند ہو تو اس کو بھی روایات تاریخی کے امتثال و تضاد کے عالم میں اس کے سوا کسی فیصلے کی ضرورت نہیں کہ بے خبری اور ضروری قائلان اعتقاد، مطلوبات نہ ہونے کی بناء پر سلوک کو اسلئے قرار دے۔

اور جن حضرات علماء نے قرآن و سنت کی نصوح کی بناء پر یہ قرار دیا کہ ان میں سے جس کسی پر کوئی واقعی الزام کسی شہادہ خطا کا ثابت بھی ہو جائے تو انجام کار وہ اس گناہ و خطا سے بھی عند اللہ بری ہو چکے ہیں، اس لئے اب کسی کے لئے ہر نہیں کہ ان کے ایسے اعمال کو مشغلہ بحث بنائے، اس کا مستشرقین انکار کریں تو کر سکتے ہیں کہ ان کا قرآن و رسول پر ایمان ہی نہیں، وہ ان کے ارشادات کو بھی غلط سمجھتے ہیں، ان کی بناء پر کسی کی توثیق و تصدیق کیسے کریں؟ مگر کسی مسلمان کے لئے تو ان کی مدافعت میں بھی اس کی محجبات نہیں کہ ان کے اس کفر و انکار کو تسلیم کرے اس بحث میں الجھ جائے جس کا جہاں مستشرقین نے اسی لئے پھیلایا ہے کہ قرآن و سنت سے ناواقف یا بے فکر مسلمان اس میں الجھ کر اپنے صحابہ کرام کے عقیدے کو روکا کا اتحاد کھو بیٹھیں۔ ایسے لوگوں کی مدافعت بھی کرنا ہے تو اس کا حوالہ یہ نہیں کہ جہاں وہ مسلمانوں کو بھیج کر لانا چاہتے ہیں بلکہ ان کی جنک کا حوالہ یہ ہے کہ ان سے قرآن و رسول کی حقانیت اور صدق پر کلام کیا جائے، جو اس کو نہیں جانتا اس سے مسلمانوں کے کسی فرد و جماعت کا تقدس منوانے کا کیا راستہ ہے؟ ایسے حالات میں تو مسلمانوں کی ذرا محنت قرآن نے بتا دی ہے کہ: "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ" یعنی تمہارے لئے تمہارا دین ہے، ہمارے لئے ہمارا، مگر اپنے ایمان کی حفاظت اور اس کو مضبوط کرنے کی فکر میں لگ جائیں، مسلمانوں کو قرآن و سنت کی نصوح سے مطمئن کریں اور غیروں کے اعتراضات کی فکر چھوڑ دیں۔

علامہ یہ ہے کہ جمہور علماء امت نے جو مشاجرات صحابہ میں کتب امان اور سکوت کو اسلام قرار دیا، اور اس میں بحث و مباحثہ کو خطرہ ایمان بتلایا، یہ کورائے عقیدے مندی کا نتیجہ نہیں بلکہ عقل سلیم اور عدل و انصاف کا فیصلہ ہے۔

جن حضرات نے اس زمانے میں پھر ان مشاجرات میں پہلو بہضوع بحث بنا کر کتب میں لکھی ہیں، اگر واقعی ان کا مقصد اس سے طہین و مستشرقین کا جواب اور

عائن ہے۔ ان کا فرض ہے کہ باقر حضرت مسیح بھری رحمہ اللہ نے مریمؑ پر ان کو ان کی اس کرامت پر متنبہ کریں کہ امداد، اطاق و سردار و قتل کے اعتبار سے ان انسانی باتیں کو دوست و دشمن، دافن مخالف جب سے بڑی دشمنیت دے ان کو بے اعتبار اور بکروں کر کے لئے جو ہتھیار ہم استعمال کرتے ہوئے ہتھیار کدو ناکارہ ہیں، ہمارے ہی بے سند، پختہ روایات سے کسی جی شخصیت و مزم نہیں قرار دیا جائے۔ وہ تو حریک و نہ کوئی پائے۔

یہ بچہ ان کو یہ بلا دینے چاہئے کہ محمد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں، جس شخصیتوں کی تصدیق و توثیق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کروں ان کے خلاف کڑی کوئی جی روایت نہ دے سکتے ہیں، ہم اس و مقابلہ قرآن و حدیث کی سندوں کے جھوٹ، اختیار و ہم ان کو بے حق اور مجرم قرار دیں گے۔

هَذَا مَبْنِيٌّ اَدْعَاؤُا لِمَنْ اَللّٰهُ عَلٰى نَصْرَةِ اُنَا وَنَحْبِ نَحْبِيْ
ان اوطاقوں کے حوالوں سے اہل حق مستحقین، طہرین کی مدافعت کا نہیں، اسکا، ورنہ نہ خواہش اس کے لئے سے مقصود نہ اہم نہیں، تحقیق، ریمین، عاشق پر اکر ہے، یہ نہ ہے ایمان کے لئے کوئی اچھا عمل ہے، نہ مسلمانوں کے لئے کوئی اچھی خدمت۔

درومندانہ گزارش

میں اس وقت اپنی مرلے آخری ایام، مختلف قسم کے مباحث اور مذاہنوں صلیب کی خدمت میں گزار رہا ہوں، زندگی سے دور، موت سے قریب ہوں، یہ وہ وقت ہے جس میں غافق، دیر بھی غریبی طرف لوٹا ہے، جھوٹا آدمی بچے بڑے لگتا ہے، خودی آدمی اپنی ضد پھٹا، بچا ہے۔

مگر یہ شرم سے تو کچھ نہ ہوا
ان تک وہ نہ بکھر جائے
وہ بکروج کی صدا ہے یہ
کاش! رہی میں ترے آتر جائے

اس وقت کسی تصنیف و تکلیف کے شوق نے مجھے یہ صلوات نہیں لکھوائے، بلکہ اُمت مسلمہ کا دوسرا ہوا تھا جس نے اپنے وقت میں ہزاروں لاکھوں کو گمراہ کر دیا تھا، اس وقت طہرین اور مستشرقین کی گہری چال سے اس کو یکسر یہہہ اور سر کے مسعودوں کو تباہ کرنے والے بہت سے قتلوں میں سے ایک اور نئے تختے کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ محمد بن مستشرقین کی شرارتوں اور اسلام دشمنی سے ہمارے عوام اور تعلیم یافتہ حضرات نہ سمجھیں، مگر علم و بصیرت رکھنے والے مسلمان تو کم از کم واقف ہیں، ان کی باتوں سے اسے حاکم نہیں ہوتے، مگر ہمارے ہی مسلمان اعلیٰ قلم حضرات کی ان کتابوں نے وہ کام پورا کر دیا جو مستشرقین نہ کر سکتے تھے کہ خود لکھے پڑھے اعلیٰ علم اور پختہ ایمان مسلمانوں کے ذہنوں کو صحیحہ کراڑ کے بارے میں محو کر دیا اور مدعو مذہب و دین سے آزاد، علوم قرآن و سنت سے بے خبر و تعلیم یافتہ نوجوانوں میں تو ان حضرات پر اس طرح طعن و تشنیع اور جرح و عقید ہونے لگی جیسے موجود زمانے کے اقتدار پرست لاپرواہوں پر ہوتی ہے۔

اور یہ گمراہی کا وہ درجہ ہے کہ اس کے بعد قرآن و سنت، توحید و ربوبیت اور اصول دین بھی بکروج و ناقابل اعتبار ہو جاتے ہیں۔

اس لئے ہم مسلمانوں کی اور اپنے نو خیز تعلیم یافتہ طبقے کی اور خود ان حضرات مسلمان کی خیر خواہی اور بصیرت کے جذبے سے یہ صفحات سیاہ کئے ہیں۔ کیا عجیب ہے کہ حق تعالیٰ ان میں اثر دے اور یہ حضرات میری گزارشات کو غامی، لہذا ان کو پڑھ لیں، جواب دہی کی فکر نہ کریں، اپنی آخرت کو سامنے رکھ کر اس پر غور کرنا

کہ نجات آخرت کا راستہ جمہور امت کی ذمہ سے الگ نہیں ہو سکتا۔ جس حد طے میں ان حضرات نے سکوت اور نفسِ لسان کو اختیار کیا وہ کسی بزدلی یا غلبہِ مخالفت سے نہیں بلکہ عقلِ سلیم اور اصولِ دین کے مطابق سمجھ کر اختیار کیا۔ ان کے طریق سے الگ ہو کر محققانہ یہ دہری دکھانا کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا۔ اگر اپنی کوئی لمبھی واضح ہو جائے تو آئندہ اس سے بچنے اور مسلمانوں کو بچانے کا اہتمام کریں اور جتنا ہو سکے سابقہ ظلمی کا تذکرہ کریں۔ یہ بحثیں اور سوال و جواب کی طعنائیں بہت جلد ختم ہو جانے والی ہے، اور اس کا ثواب یا عذاب باقی رہنے والا ہے، فَاَعِدْهُمْ نِعْمَ يُفْعَلُ وَمَا جُعِلَ اللَّهُ بِغَيْبٍ

نہ یہ نقشِ پست مشوشم نہ یہ حرفِ ساخت سرخوشم

لفسے نیا تو کی زخمِ چہ عبارت و چہ معانیم
آخر میں اپنے لئے اور سب اہل علم بھائیوں کے لئے اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنَا الْخَيْرَ حَقًّا وَاَرْزُقْنَا الْيَسَّارَ وَارْزُقْنَا الْبَاطِلَ بِالْطَّلَا
وَاَرْزُقْنَا الْخَيْرَ بِالْجَنَابَةِ۔

وَضَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ وَضَعُوهُ رَسْلِهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اَصْحَابِهِ خِيَارِ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ
وَنَسْأَلُ اللّٰهَ اَنْ يَّرْزُقَنَا خَيْرَهُمْ وَعَظَمَتَهُمْ وَيُعِيْلُنَا مِنْ
الْاَرْزَاقِ فِيْ شَيْءٍ بِشَيْءٍ وَاَنْ يُّخَسِّرَنَا فِيْ زَمَرَتِهِمْ۔

قد اخذت فی نسویدہ لغزۃ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ فجاء بعون اللہ
سبحانہ وحمدہ فی اَحد عشر یوماً کما نراہ، واللہ سبحانہ و تعالیٰ
اسئل ان یتقبلہ۔

بدو ضعیف واکارہ
محمد شفیع عفا اللہ عنہ
تمام دارالعلوم کراچی
پیم المصباح المرجع الاول ۱۳۹۱ھ

تصانیف

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تصانیف
مفتی اعظم پاکستان

• شعیب بکر خان	• پراڈیٹ فٹنر ریکورڈ	• تشریح وارف امتحان
• ضابطہ وارثت	• اوزون کا مسئلہ	• کاف ۸ جلدیں (احمدیہ پبلیشرز)
• علمی کثکول	• پائیس پیرن و سلامت	• اسلام کا
• ملاقات قیامت اور	• تصور کے	• نظم المراسمی
• قرآن مجید	• شرعی احکام	• آلات جدیدہ کے
• قرآنی دارالعلوم دیوبند	• جوابات یافتہ	• شرعی مسائل
• کمال ۲ جلدیں	• کاف ۸ جلد	• ایمان و کفر مستعدان کی
• قرآن میں انعام و نکرہ	• چوب دو	• روٹنٹا
• موت کے وقت شیطان کا دھوکہ	• مختصر تورات	• احکام و تاریخ قرآنی
• نئے شافعی آخرت	• غیبات متوف و مدین	• احکام و مذہب
• ہمارے حکیم الکاف	• دو شعیب	• اوزان شریعت
• مسئلہ شہود	• ذوالنون مصری	• احکام و خواص اسلام
• مقام صیاد	• ذکر اللہ اور فضائل	• احکام و حج
• میرے والد ماجد	• درود و سلام	• آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
• مکتب شعیب حکیم الکاف	• رویت ہلال	• آداب المساجد
• صحت کے بعد راحت	• رفیق مسند	• انسانی ہمسائیگی کی تعلیم دہری
• ثبات المساجد	• شہادت و حجت	• اسلام کا نئی تنظیم و دولت
• نقوش و اثرات	• سیرت خاتم النبیین	• اسلام اور موسیقی
• وعدت امت	• شہادت کوکبات	• اسلامی ذریعہ
	• شعیب برکت	• بیستہ زندگی

پوسٹ کارڈ
۷۵۱۸۰

آل انوار المجاہدین و فاضلین

فون
۵۸۰۶۲۷

مُقَدِّمَاتُ صَحَابِہٖ رَضِیَہُ

جس میں صحابہ کرام کی عدالت، مقام اور ان پر
تنقید کی شرعی حیثیت کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے



حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ
مفتی اعظم پاکستان

مکتبہ معارف القرآن کراچی

(Quranic Studies Publishers)

مقام صحابہ رضی

جس میں صحابہ کرام کی عدالت، مقام اور ان پر تنقید
کی شرعی حیثیت کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان

مکتبہ معارف القرآن کراچی

(Quranic Studies Publishers)

جملہ حقوق ملکیت بحق مکتبہ معارف القرآن کراچی محفوظ ہیں

بابتنام	حصہ ششماں قاسمی
طبع جدید	محرم الحرام ۱۴۳۰ھ - جنوری ۲۰۰۹ء
مطبع	مائیکرو ایجوکیشن ورکس کراچی
ناشر	مکتبہ معارف القرآن کراچی (Quranic Studies Publishers)
فون	021-5031566, 021-5031565
ای میل	info@quranicpublishers.com
ویب سائٹ	www.quranicpublishers.com

حرفِ آغاز

الحمد لله وسبحه وکبریٰ وصلى الله على محمد وآله الطيبين الطاهرين

بمقامہ آج ہم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم کی تہذیبی ترین تالیف ”مقامِ صحابہ“ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کتاب ایک ایسے موضوع پر تالیف کی ہے جو ہمارے زمانے میں عرصہ سے معزور رکھ دیا گیا ہے۔ اہل تشیع اور اہل سنت کے علاوہ خود اہل سنت کے مختلف گروہوں نے اس میں افراط و تفریط اختیار کی ہوئی ہے اور مستشرقانہ تحقیق کی بجائے عام رائے اس میں ادرستہ تیار کی ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے اپنے مجموعہ انداز میں اس موضوع پر محققانہ اور ناسمجانہ نقل و نقل کی ہے، اور نسخے کے ایسے ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جن میں وہ شاید اب تک منفرد ہیں۔ اس کتاب میں آپ کو علم، عقل اور عشق کا دو حسین امتزاج ملے گا۔ اہل سنت کی نمایاں خصوصیت ہے، اور امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتاب ہمارے شکوک و شبہات کے بہت سے کائے نکال دے گی۔ واللہ الصوفی والمعین۔

انقر

محمد رفیع عثمانی

نائب صدر دارالعلوم دہلی

اچھے خلاق، اہمال میں کمزوری ہے اس کا صدقہ و انعام بھی اس کے عمل سے پہچانے جاتا ہے۔ اس سے دلی تباہی و تباہی بھی پہنچتی تو بھی اس کا انعام۔ امت میں کسی قوم سے میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی مام زندگی میں زمین کی حدود و قیود کا پابند، کامیاب میرا کا تابع نہیں ہے اس سے دو چار شخص ہندوستان سے نہ ملے گی جو چاہیں تو بھی اس کو صلہ، وادائیگی غیر سے میں شمار نہیں کیا جاتا۔

نئی تاریخ کا کام اتنا ہے کہ وہ قدرت کو بات دے اور اس سے تحلیک تحلیک بیان کرے۔ اس سے تاریخ لکھتے ہیں اور کسی فرد یا جماعت کا برائی یا نیک اعمال کا نظام ان واقعات کی روشنی میں لکھا جاتا ہے۔ یہ فن تاریخ کے موضوعات سے الگ ہے۔ یہ فن ہے جس کو "تاریخ" کہتے ہیں۔ ان کا کام لکھنا ہے۔

پھر عام زندگی کے افراد و رجال اور جماعتوں کے بارے میں یہ فقہاء اور انجمنیں تاریخی واقعات پر مبنی ہوتا ہے اور ان کے بارے میں واقعہ و واقعہ سے اپنے اپنے اپنی اپنی فکر و فکر کے مطابق لکھتا ہے۔

"مکمل کتاب" میں مجھے یہ خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماحول صحابہ کرام و اصحاب ائمہ علیہم السلام اس معارف میں عام دنیا کے افراد و رجال کی طرح نہیں کہ ان کے مقام کا فیصلہ کریں تو ان کے بارے میں ان کے بارے میں ان کے بارے میں لکھا جائے بلکہ اس پر اثر ایک ایسے ماحول میں پیدا ہوا ہے جو ان کے ماحول اللہ علیہ وسلم اور عام امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کو مطلقاً ہوا ایک ایک ہے۔ اس کے بغیر نہ امت کو قرآن مجید ملتا ہے نہ قرآن کے احکامات میں جن کو قرآن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر چکے ہوتے۔ "السی للانس ما قول البیہ"۔ ان باتوں اور ان کی تعلیمات کا انسانی دماغ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ماحول، آپ کی تعلیمات و نظام کیا اور اپنے زمانہ و قریب و دور میں اپنی زبان سے کیا فرمایا کرتے تھے آپ نے پیغام

اپنی جائیں قربان کر کے دنیا کے ٹوٹے ٹوٹے ٹکڑے میں کھیلانے والے ہیں۔ ان کی سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک جزو ہے۔ یہ عام دنیا کی طرح نہ صرف کتب تاریخی سے نہیں پہچانے جاتے بلکہ انھیں قرآن و حدیث اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جانتے پہچانتے جاتے ہیں، ان کا اسلام اور شریعت اسلام میں ایک خاص مقام ہے۔ میں اس مقالے میں اسی مقام کو ”مقام صحابہ“ کے عنوان سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اس کی ضرورت و اہمیت تو بہت زمانے سے پیش فکر تھی مگر اس سے کہنے کا ایسا قوی داعیہ جو دوسرے کاموں کو منحرف کر کے اس میں لگا دے اس وقت پیدا ہوا۔ یہ ناکارہ اپنی عمر کی چھترہویں منزل سے گزر رہا ہے، قلمی جواب دے چکے ہیں، مختلف قسم کے امراض کا غیر منقطع علاج ہے، علم و عمل پہلے ہی ایسا تھا، اب جو کچھ تھا وہ بھی رخصت ہو رہا ہے۔

ان حالات میں یہ داعیہ قوی ہونے کا سبب موجود زمانے کے کچھ حوادث ہیں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ امت کے گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ جو مہد صحابہؓ میں پیدا ہو گیا تھا، صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی سے خوش آتا ہے، اور اسی بنام پر عام امت محمدیہ اس سے منقطع ہے، مگر امت کے عام فرقے معمولاً ہمہ دور امت جن دواہل السنۃ و الجماعۃ کے لقب سے ذکر کیا جاتا ہے، وہ سب کے سب صحابہ کرامؓ کے خاص مقام اور ادب و احترام پر متفق اور ان کی عظیم شخصیتوں کو اپنی تحدیدات کا نشانہ بنانے سے گریز کرتے رہے، اور اس کو بڑی بے ادبی سمجھتے رہے۔ مسائل میں اختلاف صحابہؓ سے وقت دو متضاد چیزوں پر ظاہر ہے کہ عمل نہیں ہو سکتا، ان میں سے ایک کو اجتہاد شرعی کے ساتھ اختیار کرنا اور بات ہے، وہ کسی شخصیت کو مدعی تشہید بنانے سے بالکل مختلف چیز ہے۔

غلط فہمیوں کا اصل سبب

اس دور میں جبکہ پوری دنیا میں اسلامی شعائر کی سعی تو چین، تاجیکی، بولی، حرام خوردنی، قس و عارت کرنی اور پانچ ہفتہ و چار ماہوں میں غولائی، بکرا سے بڑھ رہا ہے اور اٹھکان اسلام کی غلط فہمیوں نے پانچ ماہ سے ان وقت میں ان محققین کا قدم پڑنے لگا ہے۔ عربوں کے دورے اور سب سے پہلے پڑنے لگا ہے۔ اسلام کی بڑی خدمت یوں انجام دے گا جس سے لوگوں کو اس تمام حوالہ میں اس چیز کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں جو ان حضرات کے لئے مفاد ہے۔ سب سے پہلے اس کے لئے سے وہ سب لوگوں کے لئے بہت سے اپنی مسائل میں غلط فہمیوں کا دورہ ہو رہی ہے۔

بات یہ ہے کہ ان حضرات کے مضامین صحابہ کی غلط فہمیوں، بھی وہی حال اسے کی حالت سے لے کر غلطی و غلطی کے آئینے میں دیکھ کر اس کی اصلاح و ترمیم روایت کے مضامین سے انہیں بھیجے ہوئے ہیں۔ تمام ان میں غلط فہمیوں کے لئے تجویز کریں۔ وہ ان کے اعمال، احوال کو ہی دیکھ کر اس میں جو غلط فہمی

قرآن و سنت کی نصیحت اور امت کے امتیازی حقیر کے لئے جو حقیر نصیحت کر اور رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بات و گفتاریات کو دیکھ لیا ہے۔ وہ غلط فہمیوں کو دیکھ لیا، وہ امتیازی خصوصیت امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن نے اس سب سے پہلے میں اوصی اللہ علیہم روحہم اعلیٰ بنا، اور ان کا مقام و منزلت کو لے کر ایمان دیا، اور جوہر امت کے ان کی بات و گفتاریات و اپنی جہت و تہذیب کے بارے میں قرآن نے ان کے مختلف مراحل، مسائل میں سے ان کے لئے شرعی حدود، احتیاطات، و سب سے پہلے

کس قرآنی نے صحابہ میں اس حدیث کا ترجمہ واجب کیا۔ اس میں تاریخی حلیات اور اس حلیے میں قرآن و احادیث سے بہت شد و کم کی چیز ہے۔ مثلاً یہ ہوں تو وہ ہوتا ہے۔ قرآن و احادیث کے ساتھ ساتھ باوجود ان قرآنی باتوں کی جو کہ بتاتی ہیں کہ یہ قرآنی حلیے ہی صحیح و معتبر روایات ہیں۔

اخبار و روایات کی یہ وجہ بندی کسی قرآنی حلیے سے نہ ہو سکتی تھی، نہ ہی یہ بتا سکتی تھی کہ ان کے ساتھ کس کے لئے دستور و اعتبار کا نصبت یعنی وجہ الزام قرار دیا گیا ہے۔ نہ یہ بتا سکتی تھی کہ یہ بھی تشدید و تہذیب کا مسئلہ ہے۔ مثلاً ان کے ساتھ کس کے لئے یہ قرآنی دلیل بھی کافی نہیں تھی۔ قرآنی حلیے تک قطعی اثرات و تعلیمی الدلائل نہ ہوتی تھیں۔ لہذا حکام و علماء نے کس سے اس حدیث پر عمل دیا، اس کے ساتھ ساتھ ان میں دو قسمی باتیں ہوتی ہیں۔

قرآن تارخ کی اسلامی اہمیت

قرآن تارخ کی اسلامی اہمیت کے لئے قرآنی ہی بات کافی ہے کہ تاریخ و تفسیر قرآن کریم کے عوامی مسئلہ کا ایک اہم جز ہے جس قرآن الہم نے وسیع و وسیعہ اور اقوام و ملت کے اچھے و بے جا سے بیان کرنے کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔ قرآن کریم نے اس طرح تاریخ و تفسیر کو بیان فرمایا ہے کہ وہ ایک انحصار ہے کہ کسی قبیلہ و قریب کے ساتھ اول سے آخر تک پر ایمان کرنے کے بجائے اس کے لئے کرنے کے لئے مختلف و مختلف قرآنی کے ساتھ رہنے کے ہیں، اور صرف یہ کہ نہیں بلکہ ہمارے ہمارے عالم و دنیا ہے۔

اس میں اس طرح سے قرآن تارخ کی اہمیت کے ساتھ اس کے سبب مقصد و نتیجہ بھی ملے گا کہ یہ ایک اہم و اہم مسئلہ ہے۔ تب اس پر قیام پائی۔ ملی کہانی اور اسلامی مقصد نہیں، بلکہ اس کے اصل مقصد و مقصد وہ ہیں جو ہیں اور اس میں اس میں اس کے لئے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اچھے ناموں کے لئے بھی تاریخ و کچھ کہانی کی طرف

[illegible][illegible]

تو یہاں شری رام نے فرمایا کہ وہاں جو لوگ اس کے لیے تیار ہیں وہ اس کے لیے تیار ہیں۔

۱۰۰

[illegible]

رواچا ہے اور جس نے اس کو مان لیا کہ حق تعالیٰ نے اس کو تائید فرمایا ہے۔
 کرنے بہت سے لوگوں نے ان احادیث میں وقت و وقت سے

روایات حدیث اور روایات تائید

میں زمین آسمان کا فرق عظیم

یہ بات یہ ہے کہ میں نے صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آپ نے
 اہل ایمان کو ایسی باتیں کہنے فرمائی ہیں کہ جو صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ایک وقت فرمائی ہیں کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے
 میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے

مَنْعُوا عَنِّي وَلَوْ أَنَّهُ

یعنی میری احادیث اسے کو بچا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے
 یہاں آیت سے آیت قرآن مجید میں جو آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے
 ہے کہ اس سے مراد ہے صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں جو آیت ہے کہ میں نے
 میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے

وَلَسَلَعُ الْكُذَّاءِ الْعَامِ

یعنی عام کذابوں کی باتیں مانیں گے یہ ہے کہ میں نے
 آج کل کے صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں جو آیت ہے کہ میں نے
 میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے
 میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے
 میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے
 میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے
 میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے فرمایا ہے کہ میں نے

دینے تھے اپنے چہرہ پر اور کھٹوں پر جھٹکتے۔ ان سے لے کر حدیث کی حفاظت اور تبلیغ کے حوالہ دہانہ بھی نہ آئے۔ ہوتے تھے بھی ان سے یہ اپنے تصور بنایا ہو سکتا تھا کہ یہ لوگ جو آفتل سے سبلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک سے تیرہ دھوئے والے ہاتھوں کی آپ سبلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اے ہر بات کی جان سے زیادہ حفاظت کریں اور جو آپ سبلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے مستعمل پانی کو شائع نہ ہونے دیں۔ وہ تعلیمات رسول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی حفاظت کو پیش کرتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اول تو خود سر بہ کرم رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دلیانہ محبت اور ان کی ذاتی تھی کہ آپ سبلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک لکھے۔ ایک ایک حدیث کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کریں۔ اس پر مزید آپ سبلی اللہ علیہ وسلم نے احکام مذکورہ جاری فرمادیتے۔ اس لئے ایک بات سے زیادہ تھوڑی یہ فوج نہایت مقدس بنامست۔ بلکہ ایک بات رسول کے اقوال و افعال کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کے لئے سرگرم مش ہو گئی۔

تلاش ہے۔ یہ بات کسی دور سے ہوتی ہے۔ یہ وہ شہادہ لونیہ جو سبلی ہے۔ زانچہ سے سبلی اللہ علیہ وسلم کے سیاسی اور شخصیت کو کہ اس کی یہ بات کو خود سے سن کر ہمیشہ یاد رکھتے لی وہ چھ لوگوں تک پہنچانے کی سعی کو خود ہر ہاتھوں کے ہاتھوں و سطوں و خطوط کے حالات سے زور کے انتظامات و لپچی سے تاحیث و دیکھتے سے ہوتے ہیں قرآن کی جو کیا پائی ہے کہ ان کو پورا پورا یاد رکھنے و لکھنے اور پڑھنے کے لئے

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث رسول کو چاند۔ جامعہ شریعتی میں عملی قوانین و احکام اور تحت شریعہ اللہ تعالیٰ کو منقول کیا۔ اس لئے اس کا سب سے پہلا ذریعہ صحابہ کرام اور رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس ناقص قیاس محبت و اہمیت کو یاد دہانہ ہے۔ دینا لکھی کی وہ کی شخصیت و عمل و گفتار، اس لئے تاریخی و تمدنی اور دلیات کو کی جان و

احادیث چارہزار ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے کئی ایسے احادیث میں سے انتخاب کر کے اپنی کتاب میں لکھی ہیں، اس میں بھی صرف چارہزار احادیث تھیں۔

ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پچھتر ہزار احادیث لکھی ہیں، ان میں سے انتخاب کر کے تین سو چوبیس احادیث میں چارہزار احادیث ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے مسند احمد کی احادیث و روایات کو چھپا کر چارہزار احادیث میں سے انتخاب کیا ہے۔

اس طرح قدرتی اسباب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحسینات و نظام نے سایہ میں، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات حدیث، ایک خاص شان و اعتبار کے ساتھ جمع ہو کر کتاب اللہ کے بعد دوسرے درجے کی جنت ثانی بن گئی۔

لیکن دنیا کی عام تاریخ کو نہ یہ مقام حاصل ہو سکتا تھا، نہ ہے

کیونکہ اول تو لوگوں کو اس موقع پر اور حقائق کو یاد رکھنے پر ان لوگوں سے پہنچانے کا اتنا اہتمام نہ کیا جی جی ہو گیا۔

دوسرے کتاب تاریخ کی تصنیف کرنے والے اگر تاریخی روایات کو اس معیار پر چوتھے نہیں چارہزار حدیث کا پانچواں قرار دے سکتے ہیں کہ ان کی تحقیق کے ساتھ وہی تاریخی روایت و تاریخ کتاب کرتے تو آج کا حدیث میں اگر چارہزار حدیثیں چارہزار کا انتخاب ہوا تو تاریخی روایات میں وہ چارہزار بھی نہ رہتی، اس طرح کتابوں کے لیے تاریخی روایات کیسی مناسب ہو جائیں اور نبوت سے اپنی رفیعی فوائد جو ان روایات سے متعلق تھے وہ مفقود ہو جاتے۔

یہی سب ہے کہ احمد حدیث نامی کتابیں حدیث میں اسلوب و مقدمہ علیہ کا

میں اپنے اصل موضوع کام کی طرف آج ہوں کہ جنی حدت کے مشاہدات صحابہ (نہی صحابہ کرام کے باہمی اختلافات) کے معاملے کو تاریخی روایت سے چمکنے اور انہیں کی بنیاد پر ان کے فیصلے صادر کرنے کا یہ اونیہ ہے ان کو مفاصلہ میں سے لگا ہے کہ یہ تاریخی روایات جن کتابوں سے لی گئی ہیں ان کے مستقیم بذریعہ علماء اور حدیث و تفسیر کے امام مانے گئے ہیں، اس پر غور نہیں کیا کہ وہ اس کتاب میں مقلد اور اعمال شریعہ کی بحث کے کرکٹس ہیں، بلکہ قریباً سب کی کتاب لکھ رہے ہیں جس میں صحیح و سقیم پر ضرورت کی روایات پر تحدید قیام دینے کی پراقتدار کرنے کا معمول معلوم و معروف ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص ان سے حدید و یا نقل کا مسئلہ ثابت کرنا چاہے تو روایت اور روایت کی حدت کا تحقیق اس کی اپنی ذمہ داری ہے، وہ انہیں اس سے بحث نہیں۔ خانہ محققین نے اس کو پوری طرح واضح کر دیا ہے کہ حقائق و اعمال شریعہ کے معاملے میں تاریخی روایات جو مودعہ صحیح و سقیم، معتبر، غیر معتبر کا مقرر و مقرر ہوئی ہیں ان کو نہ کسی مسئلے کی سند میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ نہ با تحقیق حدت، ان سے سند اول نہ کسی مسئلہ شریعہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مشاہدات صحابہ کا مسئلہ کوئی عام یا نجی مسئلہ ہے یا

ادغام شریعہ کا ایک باب ہے؟

صحابہؓ اور مشہور احادیث صحابہ کا مسئلہ

چوتھی مسئلہ کو اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معرفت ان کے وجہات ورائے میں پیش آنے والے ہر ایسی اختلافات کا فیصلہ کوئی عام تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ معرفت میں ہے تو علم حدیث کا اہم جز ہے، جیسا کہ مقدمہ ”اصحاب“ میں سابقہ ان چیزوں کے لئے اور مقدمہ ”اصحاب“ میں سابقہ ان چیزوں کے لئے اللہ کے وعدہ حجت سے بیان فرمایا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متہم ہر وہی مسئلہ وجہات ورائے کے درجے پر پیش آنے والے اختلافات کے فیصلہ حاصل سے امت نے فقہ کے مسئلہ قرار دیا۔ ورنہ متنبہ نہ کہ اسلام میں اس کو ایک مستثنیٰ باب کی حیثیت سے نہیں ہے۔

ایسے مسئلہ جو مثلاً اسلام میں سے متعلق ہے اور ان مسئلہ کی حیثیت پر بہت سے اسرائیلی فرقوں کی تفسیر ہوتی ہے، اس کے فیصلے کے لئے بھی یہی ہے کہ قرآن و سنت کی اصول اور احادیث و روایات شرعی بہت درکار ہیں، اس لئے متعلق اس کی روایت سے استدلال کرنا نہ تھا اس لئے محدثان و سنی فقہاء پر پابندی کر لیا، یہ ہے کہ اس کو تاریخی روایتوں میں داخل کرنا اور ان پر فتویٰ کرنا، اصولی اور فقہی مسئلہ ہے۔ دو تاریخی مسئلے ہیں ایک فقہ اور مقدمہ کے حدیث میں کی گئی ہوتی ہیں یہ دونوں ان کی فقہی حیثیت کی تاریخی ہے پس میں صحیح، فقہی روایت قرار دینے کو طے فرماتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ ہر فرقہ اپنے اپنے امام بن کر رہا ہے اور اس لئے جو معرفت صحابہؓ کے مسئلہ کو اپنی نظر میں نہ آئے اب ”الاصحاب فی معرفۃ الاصحاب“ نامی کتاب لکھی

کرنے والے ابنِ مہدی کی "مکتوب" کا نام تھا۔ یہ ٹیکسٹ ان میں سے دو میں
حدیث کے اصولی بحث کے مقابلے سے۔۔۔ میں ان کی مشابہت جو وہی بحث
میں تاریخی حقائق کے خلاف مزید پیش کی گئی تھی۔ یہ ہے کہ ابنِ مہدی (۱۸۹۵ء)
اس کے صحابی کے "فتح المبین" میں "تکسیر ابنِ ابی جریج" میں "فتح
پارہ" میں ہے۔ "اشیاءات سماجیہ" کا نام ہے مگر اس کے نام سے اس کی کوئی
تائید نہیں ہے۔

ابنِ ابی جریج کی کتاب "التحقیق" میں "فتح المبین" میں "فتح
تکسیر" میں "اشیاءات سماجیہ" کی کتاب ہے۔ یہ ان کی کتاب ہے۔ اس کی تائید
کے لیے۔ مگر اس کی کوئی کتاب نہیں ملتی۔ مگر اس میں یہ نکتہ ملاحظہ رہی کہ اس کے
نام کی "اشیاءات سماجیہ" میں "تکسیر ابنِ ابی جریج" میں "فتح
پارہ" میں ہے۔ یہ اس کی تائید ہے۔

صحابہ کرام کی چند خصوصیات

مختلف تاریخوں میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ صحابہ کرام ان میں سے دو
تمام سے بہت اہمیت کے حامل افراد ہیں جن کی زندگی اور اعمال کی تائید
اور امت کے مابین ایک امتیاز ہے۔ اس کے لیے یہ کہ اس کے تمام افراد
امت کے اقوال و افعال میں ہیں۔ یہ مابین و قلوب ان کے امتیاز ہے۔ اس کے لیے
کہ وہ اپنے آپ کو اپنے آپ سے امتیاز دیتے ہیں۔ اس کے لیے یہ کہ اس کے
ایک کے لیے یہ کہ اس کے لیے یہ کہ اس کے لیے یہ کہ اس کے لیے یہ کہ اس کے لیے
یہ کہ اس کے لیے یہ کہ اس کے لیے یہ کہ اس کے لیے یہ کہ اس کے لیے یہ کہ اس کے لیے
اس کے لیے یہ کہ اس کے لیے یہ کہ اس کے لیے یہ کہ اس کے لیے یہ کہ اس کے لیے

أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ.

یعنی یہی سچے ہیں۔

دوسرا حصہ: کافروں کی مذمت اور ایمان لانے کے بعد قرآن کریم

نے فرمایا

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَصَلِحُونَ

یعنی یہی سچے اور درست ہیں۔

تیسرا حصہ: کافروں کو ہے جو منکرین و انصاریہ کے بعد قومیتوں کے لئے

فرمانے والے ہیں اور سچے فرمایا۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا

الَّذِينَ سَلَفُونَا بِأَنَّا إِيمَانُ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا

لِلْمُؤْمِنِينَ ۚ اٰمَنُوْا

ترجمہ: اور وہ لوگ جو بعد میں یہ کہتے ہو گئے کہ اے اللہ

ہمارے پیارے بھائیوں کی گنہگار بننے اور ہمارے ان بھائیوں

کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، اور ہمارے بھائیوں میں

ایمان لانے والوں کے کوئی بغض نہ کرے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

نے سب مسلمانوں کو انصاریہ بنانے کے لئے استعمال کرنے کا حکم سب مسلمانوں کو دیا

ہے اور یہ حکم اس معاملہ میں ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی معلوم تھا کہ ان کے ہر ایک

مذہب تک پہنچے گا۔ چنانچہ قرآن کریم اس آیت سے معلوم ہوا کہ سچے پکاراؤں کے بعد

اسلام میں اس شخص کا کوئی مذہب نہیں جو سماج پر اثرات سے محبت نہ کرے، کچھ اور ان کے لئے

دعا کرتے۔

۵ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَىٰ الْمُؤْمِنِينَ وَزَيْدٌ فِي قُلُوبِهِمْ

وَسُورَةُ إِلَيْكُمْ الْكَفَرُ وَالْفُسُوقِ وَالْعُضْبَانِ. أُولَئِكَ هُمُ
الْمُشْكُونَ. فَضْلًا مِنْ اللَّهِ وَنِعْمَةً. وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

(الحجرات - ۷۰)

ترجمہ:- یحییٰ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تیار کرنے کے لیے حبیب کر دیا،
اور اس کو تیار کرنے کے لیے میں سزائیں بنادیا، اور کفر، فسوق اور
نافرمانی کو تیار کرنے کے لیے کر دیا بنادیا، ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل
اور نعمت سے جہالت یافتہ ہیں، اور اللہ خوب جانتے والا، بخیرت
والا ہے۔

اس قیامت میں بھی بلا استثنا، تمام لوگوں پر کراہی کے لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ
نے ان کے دلوں میں ایمان کی مہبت اور کفر، فسوق اور عداوتوں کی نفرت ڈال دی ہے۔
اس عید فتنہ کی عمر بانی سب آیات کا استیعاب قریش نظر نہیں، ان کے عقائد
اور مروجہ فطرت کے لئے یہ وہ آیتیں بھی کافی ہیں جن سے ان کا مقبول
مذہب اللہ ہوتا، اللہ تعالیٰ کا ان سے راضی ہونا اور ابدی جنت کی نعمتوں سے سزاوار ہونا
کا بہتہ ہے۔

یہاں یہ بات خیر سامنے رکھنا چاہئے کہ یہ ارشادات اس ذات حق کے ہیں
جو سب کو پیدا کرنے والا اور پیدا کرنے سے پہلے ہر انسان کے ایک ایک سانس، ایک
ایک قدم سے اور اچھے بُرے عمل سے واقف ہے جو اس شخص سے وقوف میں آئیں
گئے، اس کے صحابہ و نواسطہ کے معاملے میں جو اپنی رضا کے کوئل اور جنت کی بشارت دی
ہے، ان سب واقعات کو جاننے والے وہی ہے جو ان میں سے ہر ایک کو
مہمہ رسالت میں یا اس کے بعد پیش کرتے ہوئے تھے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "النصار والصلو علی سنانہم
الرسول" میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسی بندے سے راضی ہو چکے ہیں جس کے بارے

میں اس کو معلوم نہ ہو کہ آخر میں نبی مودیات رہے۔ اور اس سے خدا تعالیٰ راضی ہو چاہے تو پھر بھی اس سے نہ راضی نہیں ہوتا۔

صحابہ کرامؓ کا خصوصی مقام احادیث نبویہ میں

ان احادیث نبویہ میں ان حضرات نے افعال و عبادت کا ذکر ہے، ان میں شہرہ دار اور کثرت آسمان بھی نہیں، مگر وہ سب بھی نہیں، اس لئے یہاں چند آیات بھی پائی ہیں جن میں پوری مدحت صحابہ کے انفرادی و جمعیہ کے لئے ہے، خاص کر ان آیتوں میں ان کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ان کو آیتوں میں دیکھو اور تم ان سے سیکھیں اور تم ان کی اتباع میں ہوتے ہو جن میں ان کے کمال و عظمت کا ذکر ہے۔

عَجِبُوا لِمَ كَانَ عَلَى نَذِيرٍ تَتَّبِعُونَ
الَّذِينَ يَتَّبِعُونَكَ فَاتَّبَعُوا لَكَ أَكْثَرَ مِنْ أَكْثَرِ قُرْآنٍ
بَعْدَهُمْ فَأُولَٰئِكَ يَتْلُونَ زُحُورًا
يُؤْتُونَ زُكُوفًا وَلَا يُؤْفُوفُونَ وَيُظْهِرُ فِيهِمُ الْبَسْمُ

(النساء: ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵،

اس حدیث میں "تعلل" آئے والے لوگوں کا ارادہ عریضہ انکار فرمایا ہے تو وہ اس
 توہین سمجھئے اور تیسرا تاہم یہی ہے، اور ان تین عربیہ ذرا فہم ہوئے تو چوتھا قرآن کج
 تاہم یہی اس میں شائبہ ہوتا۔

۱۰۔ صحیحین اور ابوداؤد و ترمذی میں "عشرت ابوسعیہ خدری رضی اللہ عنہ سے
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَا تَسْئَلُوا أَصْحَابِي فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَمُرَانٍ مِثْلَ أَحَدٍ دُهْبَانًا
 (صحیح ابوداؤد)

ترجمہ - میرے صحابہ کو پر نہ کہو، کیونکہ تم میں سے کوئی آدمی اگر
 اُردو زبان کے برابر سونا اندازے میں خریدے تو اسے تو سنبھالنے
 ایک مدد بلکہ آدھ مدد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

"اللہ" عرب کا ایک زبان ہے جو زبان کے لحاظ سے آج بھی اسے سب سے زیادہ
 ایک میرے برابر ہوتا ہے، اس حدیث سے ظاہر آیا کہ سیدہ الزینبہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی زیارت و صحبت و احسان و تعلیم ہے جس کی برکت سے صحابہ کا ایک عمل و سہولت
 کے مقابلے میں وہ نہایت رکھتے ہیں کہ ان کا ایک ہی ہمدردی و سہولت کے برابر
 زبان و زبان سے بڑھ رہا ہوتا ہے، ان کے احوال کو دوسروں کے احوال پر قیاس
 نہیں کیا جاسکتا۔

اس حدیث کے ثبوت میں زبور و شفاء ہے "لَا تَسْئَلُوا أَصْحَابِي" یعنی
 میرے صحابہ پر سب نہ کرو، لفظ "سب" کا ترجمہ "ارادہ میں عموماً" کا لیا جاتا ہے
 ہے، یہ اس غلط فہمی کا صحیح ترجمہ نہیں، کیونکہ "کافی" کا لفظ "ارادہ" میں غلط فہمی کے
 سے آتا ہے، حالانکہ لفظ "سب" عربی زبان میں اس سے زیادہ عام ہے، اس کا
 "سب" کہا جاتا ہے جس سے کسی کی غلط فہمی ہوتی ہو، کافی کے لئے یہی
 غلط فہمی میں "سب" آتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "الصارف والمسئول" میں فرمایا کہ اس حدیث میں الفاظ "سب" ایتنا معنی مٹھنے کے ہے کہ یہ بولنے سے منع کرنے کے مفہوم سے عام ہے۔ اس لئے احقر نے اس کا ترجمہ "انہما" کیا ہے۔

۳۔ قرعہ کی صنعت حیدرآباد میں مغفل رشی اللہ عنہ سے روایت یا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا تَخْلُدُوا فِي أَصْحَابِي، لَا تَخْلُدُوا هُمْ غُرَحْنَا مِنْ بَعْدِي،
فَمَنْ أَحْبَبَهُمْ فَجَبِيْ أَحْبَبَهُ وَمَنْ سَعَىٰ بِهِمْ فَبِعَاسِي
أَفْضَحِيْهِمْ، وَمَنْ أَذَاهُمْ فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَقَدْ أَذَى اللَّهِ،
وَمَنْ أَذَى اللَّهِ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ، أَلَمْ يَأْخُذْ نَارًا مِنْ أَهْلِ
تَرِيمٍ؟ - اللہ سے ڈرو! اللہ سے (روایہ) صحابہ کے معاش
میں، میرے بعد ان کو (صحنہ) بھٹکے گا، اللہ نے جو لوگوں کو جس
شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت نے ساتھ ان سے محبت
کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان
سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا
پہنچائی، اور جس نے مجھے دیر، اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی،
پہنچائی، اور جو اللہ کو ایذا پہنچایا، چاہتا ہے تو قریب ہے کہ اللہ اس
کو عذاب میں پڑنے کا۔

اس حدیث میں یہ فرمایا کہ جس نے صحابہ کو محبت رکھی، وہ میری
محبت نے ساتھ محبت رکھی، اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ صحابی سے محبت رکھنا
میرا ہی عزم ہے۔ ان سے وہی کلمہ محبت رکھو، جس کو میری محبت حاصل
ہو۔ اور دوسرا یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ جو شخص میرے ہی صحابی سے محبت رکھتا ہے تو
میں اس سے محبت رکھتا ہوں، اس طرح اس کی محبت میری محبت کی

وجہ کو برا سمجھتے ہیں، تو سعید بن زیدؓ سے فرمایا، افسوس! میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا
 سامنے اصحابِ نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کیا جاتا ہے، اور تم اس پر قیہ نہیں کرتے
 ۔۔۔ اس کو روکتے نہیں (ابن ابی اسامہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے دوتے
 پئے کاٹے۔۔۔ تہ سنا ہے (اور پھر حدیث بیان کرنے سے پہلے فرمایا کہ یہ بھی سمجھو کہ
 مجھے کوئی غم و رنج نہیں ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات
 منسوب کروں جو آپؐ نے نہ فرمائی ہو کہ قیامت کے روز حساب میں حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم سے ملوں تو آپؐ مجھ سے اس کا مواخذہ فرمائیں، یہ سب کے بعد حدیث بیان کی
 کہ) (ابو بکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں
 ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، سعد بن مالک جنت میں ہیں، عبدالرحمن
 بن حوٰث جنت میں ہیں، ابوسبیحہ بن جراح جنت میں ہیں، یہ تو حضرات سچے پاک کے نام
 لے کر دوسری کا نام نہیں لیا، جب لوگوں نے پوچھا وہ سب کون ہیں؟ تو ان کو یہ سعید بن
 زید (یعنی خود ایمان نام ابتدا) بوجہ تواضع کے ان کو نہیں لیا تھا، لوگوں کے قصداً پر ظاہر کیا)
 اس کے بعد حضرات سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

واللہ! سستہند وحل منہم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یغفر فیہ ورحمہ حبیر من عمل أحدکم ولو غفر عمر

نوح۔۔۔ (بخاری ج ۲ ص ۴۴۴ مع ص ۴۴۵)

ترجمہ۔۔۔ خدا کی قسم ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی شخص کا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا اس میں اس

کا چہرہ غبار اور ہو جائے، فیرس یہ ہے یہ شخص کی عمر بچھ کی عبارت۔

عمل سے بچھتے ہیں، اگرچہ اس کو تم لوگ احبابِ اسلام اعطا ہو جائے۔

۶۔ امام احمد بن حنبلہ نے حضرت سعید بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

صن کبار فصاحت قلبناں ماحجاب رسول اللہ صلی اللہ
عہیہ وسلم لہم برہد لامة فلورا واعنیا علما
واقلمنا نکنت و قومنا ہمدبا واحسنہا حالا۔ خود اختیار ہم
اللہ بصحبہ مد وقاعدہ نیند، فاعرفنا انہم فصاحتہم واسعوا
نارہم فانہم کدوا عسی غلوی المستقیم

ان تین قافیہوں کی پہلی قافیہ ۱۲۹۰

ترجمہ - جو کچھ کہہ کر چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ صاحب
زہد اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر کرے۔ انہوں نے شعرات
پر اپنی موت سے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے پاک اور علم
کے ظہار سے زیادہ "قلب و زہد" سے انکسار اور عبادت
کے اعتبار سے عقل اور عبادت کے قیاد سے متفرق ہیں۔ یہ
موقع ہم پہنچیں کہ اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی کی صحبت اور ان کی
تواضع سے لے کر پسند فرما کر ان کی فکر سے بچو اور ان
کے آقا پر حیرت اور ان کے نبیوں کے مستحق طریق پر رہو۔

۲ - اور انہوں نے کیا ہی رائے مد کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

کے روایت کیا ہے -

ان اللہ نظر فی قلوب العباد فنصر قلب محمد صلی اللہ
عہیہ وسلم دھتہ برسالہ۔ تو نظر فی قلوب العباد بعد
قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو جہد قلوب اصحابہ
غیر قلوب العباد۔ ماحذر ہم لصحبہ نبیہ و شر دینہ

ان تین قافیہوں کی پہلی قافیہ ۱۲۹۰

ترجمہ - اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی کے دلوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو

تو سنی اور جیہ دم میں اسے قلوب میں نظر پڑا ان میں پہلی
 بات ہے کہ اگر کسی نے قلوب کو سنی اور جیہ دم سے
 جدا کر کے قلوب پر نظر فرمائے تو اس پر تو سنی اور جیہ دم سے
 قلوب جدا کر کے اسے بعد میں سے قلوب سے نظر پڑا ان میں
 اپنے نبی کی بات میں ایسا ہی نہایت سے لے پانہ دیا۔

۲۔ ان کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر روایت ہے کہ
 ان میں سے کسی ایک جیہ دم سے لے دیا۔

ان کے حصار صحابی علی العالمین سوری السببی
 والنصر حسین و حصار لی من صحابی اربعہ یعنی انشکر
 وغیرہ وغنیان وغیرہ صحابہ صحابی و ثانی فی
 صحابی کفیم حیر

۳۔ یہ جو نام ہیں یہ ہیں ان میں سے ایک ہے کہ ان میں سے کسی ایک
 جیہ دم سے لے دیا۔

ان کے اختاریہ و حصار لی صحابی فجعہل سببہ و زور
 و احتساب و حصار اقصی سببہ شعبہ لعمہ اللہ و لسلک
 و انصار صحابی و لا یصل اللہ سببہ و انصارہ صحابی و لا
 عدلا

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان میں سے
 کسی ایک جیہ دم سے لے دیا۔

اس میں بھی صحابی و حصار لی صحابی و حصار
 و سببہ الحشر و انصار و حصار و حصار و حصار و حصار

یافوہ ابن جریر کہتا ہے کہ اس نے سبوح حجة الفکر میں
 واصرہ بالعدن من له ملكه محمد علی ملازمہ النوری
 و السمرود و الجرائد بالفقیر احمد بن الانصاری المسد من
 سرکتہ او فسی و مدعہ

ترجمہ - "عدل" کے مراد وہ شخص ہے جسے یہ مراد عدل و انصاف
 اسے حق و اور مردت فی پادشاهی و برائیت اسے اور حق و
 مردت اسے اور مردت یہ تمام ہر اسے اجتہاد ہے۔

"الدر المحفل" کتاب المسند "اس میں عدل کے لیے تفسیر یہ ہے
 ومن ارتكب حصره ملاصر و من احسن الکثیر
 کثیرا و علی حیوانہ علی حصره در و غمها قال
 و هم معی العدائے قال و حی ارتكب کثیره
 سقطت عدائته

ترجمہ - اور وہ شخص (جو) اس نے عدل سے تفسیر و انصاف
 اور (العدائت) کے ساتھ جو پادشاهی و برائیت و تمام اسے
 عدل اسے یہ اسے عدل و انصاف اسے اسے عدل اسے
 عدل و انصاف اسے اسے عدل و انصاف اسے عدل و انصاف اسے
 معنی ہیں۔ اور وہی اسے عدل و انصاف اسے عدل و انصاف اسے
 اسے عدل و انصاف اسے عدل و انصاف اسے عدل و انصاف اسے

اسی کی شرح میں اسے عدل و انصاف اسے عدل و انصاف

فی المسند النوری حید قال العدل من احسن
 الکثیر کثیرا حتی لو ارتكب کثیره سقطت عدائته و فی

ایسا نہیں، ازل تو ان کے حالات کو جاننے والا جانتے ہیں کہ وہ کون سے نکتے پر رہتے اور بچتے تھے، اور کبھی کوئی گناہ مبرا ہو یا تو اس کی توبہ سرفرازی کر کے پھر ازل نہیں کرتے بلکہ کوئی اپنے آپ کو بڑائی سے بڑی برائے سے چھٹی کر دیتا ہے، کوئی اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے بالادھ دیتا ہے، جب تک توبہ کا اطمینان نہیں ہو کہ اس کو صبر نہیں آتا۔ صبر پر کرم کے اس خوف و خشیت کا تقاضا یہ ہے کہ جس انداز سے توبہ کرنے کا اہلہ، بھی نہیں بوجہ ان کے بارے میں بھی نہیں دیکھیں کہ نبیوں نے غرور توبہ کرنی ہوئی، دوسرے ان کے حرکات اور سوانح و متفقہ نصیحتیں اور بھاری ہیں کہ ان کے متوجہ میں مہر کا یہ آویزنا حق تعالیٰ نے وعدے کے مطابق مخالف اس کو جانا چاہئے، وعدہ یہ ہے: **إِنِّي الْحَسَنُ مَدَّ يَدَيْي إِلَيْكَ**۔

یہاں تک تو یہ مسلمان کو نہ دیکھی گئی کسی واضح دلیل کے یہ وقت تھا، اہلہ، دیکھنا عقل و انصاف کا تقاضا ہے، مگر حجاب کرام کے معاملے میں ہمارا خوف یہ کہ ان کی نہیں، قرآن کریم نے اس کلام کی قصہ پرقہ پر بار کروی، ابھی صحابہ کرام کی خاص خاص یہاں کے لئے اس کا اعلان کیا، ابھی صحابہ کرام و صحابیین و آخرین کے لئے اعلان غامض و کریمہ تعالیٰ ان سے واضح ہے۔

دوسرے حدیث میں تو قرآنی بیاد سے ہی وہ سے "یوموت رسولان" اور "یوموت شجرہ" بھی کہا جاتا ہے، اس میں جو تقریباً غریب جزیرہ صحابہ کرام شریک تھے، ان کے بارے میں کھلے الفاظ سے یہ اعلان فرمایا۔

لَقَدْ رَحَىٰ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُوكَ فَعَثَ الشَّجَرَةُ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ مومنوں سے رخصت ہو گیا جبکہ وہ درخت کے

پچھے آچے کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔

حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بیعت تحت الشجرہ میں جو لوگ شریک تھے ان میں سے کسی کو انہم کی کسم پتہ ہوئی۔ اس مضمون پر

تأدبہ وقال الميموني سمعت احمد يقول: ما لهم
والسعاوية تسأل الله العافية. وقال لي بابا الحسن: اد
رايت احدا يذكر اصحاب رسول الله صلى الله عليه
وسلم بسوء فانهم على الاملاء

ذکر دہر میں ہند فی الصبر والسنون
ترجمہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان کی کوئی برائی ذکر
کمرے، اور ان پر کسی عیب یا نکس کا اہام کرے، جو شخص یہ
کرتے ہیں ان کی تادیب واجب ہے۔ اور ميموني رحمہ اللہ فرماتے
ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو فاسق مانتے ہوئے سنا کہ لوگوں
کو کیا بولنا ہے کہ وہ حضرت اعدویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کرتے
ہیں، ہم اللہ سے ذاتیت کے طلب کار ہیں، اور پھر مجھ سے فرمایا
کہ: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کا ذکر برائی کے ساتھ کر
رہے ہیں اس کے اسرار کو مستحکم رکھو۔

۵- امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تفہیم" میں فرمایا
الصحابة كلهم عدول من لا بأس العن وعبرهم ما حجاج
من بعدہ

ترجمہ:- صحابہ سب کے سب عدول ہیں، جو مناقبات کے تحت
میں مبتلا ہوئے وہ بھی اور وہ سب اچھے۔

۶- امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی "تفہیم" کی شرح "تدوین الروای" میں پہلے اس سے ثبوت میں دو آیات قرآنی اور روایت حدیث لکھی ہیں جن کا ایک
احمد اور یحییٰ چاہتا ہے، پھر فرمایا:-

ان سب حضرات کا اقرار و تہلیل سے بڑا ہوا اس حد سے ہے کہ یہ

انہوں نے یہاں شہادت دیں، اور ان کی عداوت اٹھائے بغیر اسے قتل نہ کرتے تھے۔
 - اسے قتل نہ کرنے کی وجہ سے وہ اپنے قریبی دوستوں سے علیحدہ ہو گیا۔
 قیامت تک کے ان دنوں میں وہ خود اپنے گھر میں رہا اور کسی سے ملنے سے اجتناب کیا۔
 اس کے بعد ان کی حالت دیکھ کر ان کے قریبی دوستوں نے کہا کہ اسے قتل نہ کرو۔
 اس کے قتل کے بارے میں

وَالْفُتُوْنُ بِالْعَصْبِ صِرَ الدِّي حَرَجَ سَعْدُ الْجَبَلِيْنَ وَهُوَ

العصر (تاریخ اربعین ص ۱۰۷)

ترجمہ - عداوت کی وجہ سے ان کے قریبی دوستوں نے ان کو قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

یہاں اس کا ترجمہ ہے

- سعادہ جلی نے کہا کہ ان کے قتل نہ کرو۔ ان کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

ان کے قتل کے بارے میں ہے۔

وَأَحْفَظُ أَهْلَ الْمَسْجِدِ وَالْجَمَاعَةِ كَيْدَ جَمِيعِ الصَّاحِبَانِ

وَمُحِبِّانِ الْبَنَاتِ الْعَدْلَةِ لِكُلِّ فَتْنَةٍ وَالْكَفِّ عَنِ الْخَطِئِ فَيَسِيرُ

وَالْخُصَامَ عَلَيْهِمْ كَمَا أَنَّ نَفْسَ سَحَابٍ وَمَعَالِي غَنِيْمَةٍ

(نہ صرف الامانت والبرورات المفسی عداوت)

(تاریخ اربعین ص ۱۰۷)

ترجمہ - قریبی دوستوں کی عداوت کا قیام نہ کرو۔ ان کو قتل نہ کرنے

کا فیصلہ کیا۔ ان کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

عداوت کے قیام نہ کرو۔ ان کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

کے قیام نہ کرو۔ ان کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

تو ان کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

آیات و روایات میں اس کے بارے میں ہے۔

۸- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "تسویح عقیدہ واسطیہ" میں فرمایا:-

ومن أصول أهل السنة والجماعة سلامة قلوبهم
والسليم لأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
كما وصفهم الله تعالى في قوله تعالى: والذين جاءوا من
بعدهم. الآية. (شرح عقیدہ واسطیہ ص ۳۰۳ طبع مصر)

ترجمہ:- اہل سنت کے اصول عقائد میں یہ بات بھی داخل ہے
کہ وہ اپنے دلوں اور زبانوں کو صحابہ کے معاذ میں صاف
رکھتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے
کہ: والذين جاءوا من بعدهم... الخ۔

۹- علامہ بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الدرہ المنصیۃ" اور اس کی
شرح جو سلف صالحین کے عقائد پر تصنیف فرمائی ہے، اور "الواعی الاموار البھیة" شرح
الدرہ المنصیۃ کے نام سے شائع ہوئی، اس میں فرماتے ہیں:-

والذي أجمع عليه أهل السنة والجماعة أنه يجب على
كل أحد تركية جميع الصحابة بآيات العدالة لهم
والكف عن الطعن فيهم والنساء عليهم فقد أثنى الله
سبحانه عليهم في عدة آيات من كتابه العزيز على أنه لو
لم يرد عن الله ولا عن رسوله فيهم شيء لأوجت الحال
التي كانوا عليها من الهجرة والجهاد ونصرة الدين
وبذل السيف والأموال وقتل الإساء والأولاد
والمناصرة في الدين وقوة الإيمان واليقين القطع
باعتدالهم والاعتقاد لبراءتهم وإهم أفضل جميع الأمة
بعد نبیہم، هذا مذهب كافة الأمة ومن عليه المعول من
الأئمة. (عقیدہ بخاری ج ۲ ص ۳۳۸)

والصلوات الخیرة واسأل
 ترمیم کے لیے قرآنی شخصیات کی تعظیم و احترام میں سے کسی کی
 بھی تعظیم کرنا، جسے قرآن مجید نے منع کیا ہے۔ ان کے لیے
 قرآن حق ہے، ان کی تعظیم میں قرآن کی تعظیم آئی ہے۔ آج کے دور
 حق میں، اور یہ سب چیزیں ہم تمہیں پہنچانے کے لیے ہیں۔
 مٹی نہیں، تو جو شخص ان کو نہیں کرتا ہے، وہ تپا ہوا مٹی ہے۔
 پاس میں چاہتا ہے، لہذا ان کو، مجھ کو، ان کو، یاد میں رکھ
 لے، اور ان کی تعظیم کرنا، ان کی تعظیم کرنا، یاد میں رکھ لے۔
 انصاف ہے۔

۱۰۔ اسی کتاب میں حافظہ حدیث میں ترمیم الہی کا ذکر ہے۔ اس مسئلے میں
 یہ قول نکلا ہے۔

فقال اس حیرہ الصحابة كلهم من اهل الحق فطعنوا فقال
 تعالى لا يستوي منكم من اتقى من قال الذبح وفان
 ونسك اعظم در حد من الدين الفقوا من بغذ وفانذا
 ونسك لا وعد الله الخسسى. وقال تعالى ان الدين سبغت
 ليعم فما الحسنى أو نسك عنها فعدون (۱۳۱۶)
 ترمیم کے لیے قرآن مجید میں ہے۔ تمام صحابہ کی تعظیم کرنا
 ان باتوں میں سے ہے۔ (وکیل یہ ہے کہ) یہی قرآن فرماتا ہے
 کہ تم میں سے وہی لوگوں سے حق (عہد) ہے پتہ میں نہ رہا
 میں ہمارے خیر ہے اور چھوڑ دے، بعد کے لوگوں کے لیے ہمارے نہیں
 ہو سکتے، وہ لوگ رہتے۔ ان باتوں کے مطابق
 میں تعظیم کرتا ہوں ان کے (حق عہد) بعد ان کے ان باتوں

یا۔ اور اللہ نے اچھائی (جنت) e بعد و کجی سے کیا ہے۔ اور
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یا شبہ وہ لوگ جن کے لئے ہم را اچھائی
(جنت) کا وعدہ پہلے سے آپکا ہے وہ دوزخ سے دور رکھے
جائیں گے۔

۱۲- عقائد کی مشہور دینی کتاب ”عقائد حسنیہ“ میں ہے:-

وبکف عن ذکر الصحابة الأماخیر

یعنی امام کا عقیدہ یہ ہے کہ سچا و سراج کا ذکر بجز حق اور بھائی
کے نہ کرے۔

۱۳- اسی طرح عقائد اسلامیہ کی معروف کتاب ”شہن موائت“ میں منہ

شریف جربانی رحمہ اللہ نے متعدد سائے میں لکھا ہے:-

المقصود السابع انه يجب تعظيم الصحابة کتیم و الکف
عن القدح قینم لأن اللہ عظیم وانفس علیہم فی غیر
موضع من کتابہ و تم ذکر الآیات المتروکة فی الباب. ثم
قال: والمرسل صلی اللہ علیہ وسلم قد أحبیهم وانفس
علیہم فی الأحادیث الکثیرة.

ترجمہ:- تمام صحابہ کی تعظیم اور ان پر افتخار سے بچنا واجب
ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ عظیم ہے اور اس نے ان حضرات پر
اپنی کتاب کے بہت سے مقامات میں حدیثاً فرمائی ہے،
(اس طرح کی آیات نقل کر کے لکھتے ہیں) اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ان حضرات سے محبت فرماتے تھے اور آپ سے بہت
محبت ای دیتے ہیں ان پر ثنا فرماتی ہے۔

ان ہی شہادت و دلائل کے ایک مقام پر بعض اہل سنت کی طرف نسبت

اگر کہ یہ قول غلط ہے تب اس سے لازم یہ ملتا ہے کہ اس سے پہلے والوں کو بھی
تفسیق کی وجہ سے تعلق ہے۔ لیکن شارح معارف کے اس قول کی کوئی بڑی بات نہیں معلوم
نہیں ہو سکتی، اس سبب سے کہ اس کا سامنے ہمارے بھی نہیں یہ بات ظہر نہیں ہوتی۔
انہوں نے اس پر اپنی طرف سے اشارہ کیا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس قول کو رد کیا ہو۔
یہاں لفظ سے مراد اللہ تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مقبول ہے لیکن شارح معارف کے اس
قول کی علت تو یہی ہے، کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مقبول ہے۔

وہیچہ شارح معارف نے لکھا کہ یہاں کے اس صحابہ کا زوال ممکن
ہو گا من گھڑت ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کا یہ کہہ کر مراد
دشمن یا شہدائے حق سے یہ خلاف ہے کہ اس کا مراد یہاں یہ ہے کہ
وہ کتب العلوم منجورہ من خط، الاحیاء فی کتبہ من
الافہ الغفر الی والخاصی ابو بکر و غیر جماعہ۔ کہ تفسیر
تھیں۔ کہ حق بخیر، اس سے مراد ہے کہ اس کا مراد یہاں یہ ہے کہ
المتن، قال مالک من شہد احد من اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم نما بکر و عمر و عثمان او معاویہ او غیر
من الخاصی و فی اللہ تعالیٰ علیہم فان قال کتابہ غنی عن
او کثیر، قیل و فی شہد غیر ہذا من مدغفہ شہد من
سک لا شہدہ، و لا یكون عذرہ علی کفرہ کما رخصت
الحدود من الرقبة و لا یفسد کتبہ و علم البعض و کذا یخرج
المرجع الی کتبہ من اصحابہ۔ کہ یہاں کے اس قول کی
فہم، لفظ ہو رہا، حق معنی یہاں ہے کہ شہدائے حق کا یہ معانی
ہو ما حاضر و ما باور ہم تحقیقات کے لئے اس کے لئے اس وقت
حکم ہے اسے خواہ وہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

ظہار کی ہے اور یہ بواکشی مقبول کی وجہ سے جس شخصیت
 معاصرہ کے حق میں "بونا" کا لقب دیا جاتا ہے اور انہوں نے یہ جہا
 ہے کہ ان حضرات کا وہ یہ نام بجا رہتا تھا تو ان سے مراد یہ ہے کہ
 حضرات بھی ان کے عہد خلافت میں من کی خلافت کے حق نہ تھے۔ اس
 سے دو ظہار ہوئے۔ مراد انہیں ہے انہیں کو حق فتنہ اور نہ ان کے یہ
 لشکر ان کے ناموں سے من کی میں حالت کے ان سے یہ کہ
 موافقت ہو رہا ہے۔ ان کے سر قیام کے پر حقائق کے لئے وہ
 ان حضرات کے حق میں اپنے حق سے منکر پر یہ کہتے ہیں
 ان سے خطاب کے قسم کا نام ہے "بونا" اور وہ ان حضرات
 کے "ظہار" کے لئے ان کے زیادہ دلچسپی سے رہا ہے انہیں سمجھتے۔



مشجرات صحابہؓ کے معاملے میں اُمت کا عقیدہ اور عمل

عقیدہ ”مشجرات“ شجرے مشتق ہے۔ جس کے اصل معنی ہوتے ہیں درخت کے ہیں جس کی شاخیں اطراف میں پکھلتی ہیں، یا بھی اذیت دیتے، نواں کو بھی مزاحمت سے مشابہہ کر لیا جاتا ہے کہ درخت کی شاخیں بھی ایسے دوسرے سے غراؤں اور ٹپک اور کے کی طرف پڑھتی ہیں۔ احادیث صحابہؓ، امام رضاؑ، امام جعفرؑ، امام حسینؑ کے درمیان یہ اختلافات پیش آئے۔ مگر اعلیٰ درجوں تک کو بہت پہنچ گئی، علماء اہل سنت نے ان کی پابندی کر لی اور اختلافات کو بیکار و جدال سے تعبیر نہیں کیا، بلکہ ان کے سامنے وہی ”مشجرات“ کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ درخت کی شاخوں کا ایک دوسرے میں لٹکنا اور لگانا صحابی حیثیت کے فعلی سبب نہیں۔ بلکہ درخت کی تربیت اور مال ہے۔

ایک سوال اور جواب

اسلام میں سر پہ ہم رخصتوں اور عجمیہ پہننے کا وہی عورت مبرا اور پر حق آتی ہے۔ عورت کی انصاف اور اتباع اہل سنت اور انکار علمائے کفر کے احکامات سے بڑھتا ہے۔ ان کے خلاف قدم رقی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب صحابہؓ کو اہل سنت نے سب و ادب، تعظیم اور حسن، شرف و معنی و پیرایہ کار میں تو ان کے آپس میں بھی مسرت میں اختلاف پیش آیا ہے تو علماء اہل سنت کے سر پر کیا کیا ہونا چاہئے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ مختلف احوال میں، دونوں کو صحیح سمجھ کر دونوں ہی کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ ان کے لئے یہ

یا تمام امت ان حضرات صحابہؓ کے اس اختلاف کو بھی اسی طرح کا اجتہادی اختلاف قرار دیا گیا ہے جس سے کسی فریق کے حضرات کی شخصیتیں مجروح نہیں ہوتیں۔ اس طرح ایک طرف علماء و صواب کو بھی واضح کر دیا گیا دوسری طرف صحابہ کرامؓ کے مقام اور درجے کا پورا احترام بھی ملحوظ رکھا گیا، اور مشاہیرات صحابہؓ میں کتب مسانن اور سنن کو اسلم قرار دے کر اس کی تاکید کی گئی کہ بارہویان روایات و روایات میں ٹوٹ کر نہ جائز نہیں جو باہمی جنگ کے دوران ایک دوسرے کے متعلق قتل کی گئی ہیں، ملاحظہ ہوں مشاہیرات صحابہؓ کے بارے میں مسند صالحین کے اقوال ذیل:-

۱۳۔ تفسیر قرطبی سورۃ حجرات میں آیت: "وَأَن تُلَاقُوا مِّنَ النَّفْسِ مِثْلٍ الْقَتْلِ" کے تحت مشاہیرات صحابہؓ پر مخالف صالحین کے اقوال کے ساتھ بہترین تحقیق فرمائی ہے جو انہیں کی طویل مہارت میں لکھی جاتی ہے:-

العاشرة: لا يجوز أن ينسب إلى أحد من الصحابة خطأ مقطوع به اذ كانوا كلهم اجتهدوا فيما فعلوه وأرادوا الله عز وجل، وهم كلهم لنا أئمة وقد تعبدنا بالكف عما شجر بينهم، ولا نذكرهم إلا بأحسن الذكر، لحرمة الصحبة ولنهي النبي صلى الله عليه وسلم عن سبهم، وإن الله عفى عنهم وأخبر بالرحماء عنهم، هذا مع ما قد ورد من الأخبار من طرق مختلفة عن النبي صلى الله عليه وسلم أن طلحة شهيد يمشي على وجه الأرض، فلمو كان ما خرج اليه من الحرب عصيانا لم يكن القتل فيه شهيدا، وكذلك لو كان ما خرج اليه خطأ في التأويل ونقصرا في الواجب عليه، لأن الشهادة لا تكون الا مقتل في طاعة، فوجب حمل أمرهم على ما

بشاه. ومما يدل على ذلك ما قد صح وانشر من
أخبار على أن قتال الزبير في النار. وقوله: سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: بشر قتال ابن
صفية بالنار. وإذا كان كذلك فقد ثبت أن طلحة
والزبير غير عاصيين ولا ائمن بالقتال، لأن ذلك لو
كان كذلك لم يقل النبي صلى الله عليه وسلم في
طلحة: شهيد. ولم يخبر أن قتال الزبير في النار.
وكذلك من قعد غير محطى في التأويل، بل صواب
أراهم الله الاجتهاد، وإذا كان كذلك لم يوجب ذلك
لعينهم والبراءة منهم ونفيهم وإبطال فضائلهم
وحجودهم، وعظيم غناهم في الدين وعلى الله عنهم.
وقد سئل بعضهم عن الدماء التي ارتقت فيما بينهم
فقال: تلك أمة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما
كسبتم ولا تسألون عما كانوا يعملون. وسئل بعضهم
عنها أيضا فقال: تلك دماء قد طهر الله منها يدى، فلا
أحضب بها لسانى. يعنى فى التحرز من الوقوع فى
خطأ، والحكم على بعضهم بما لا يكون مصيبا فيه. قال
ابن قورق: ومن أصحابنا من قال إن سبيل ما جرت
بين الصحابة من المنازعات كسبيل ما جرى بين أخوة
يوسف مع يوسف، ثم انهم لم يخرجوا بذلك عن حد
الولاية والنبوة فكذلك الأمر فيما جرى بين الصحابة.
وقال المحاسنى: فاما الدماء فقد أشكل علينا القول

فیہا بختلافہم وقد من الحسن الصریح عن مثالیہم
 فقال قتال شہداء صحابہ علیہ السلام علیہ وسلم
 و غدا و حلیہ و حیننا و اجتمعوا فامعوا و اغتفوا
 مرفقا فان العجائبی فحسن بقول کما قال الحسن
 و تعلم ان القوم کثیرا تعلم بما ذکرنا فیہ ما و ینبع ما
 احتموا عنہ و غف عنہ ما اختصوا فیہ و لا سدد رابا
 منا و تعلم انہم احبوا و راوا اللہ عز و جل ان کذبوا
 غیر متہمیں فی الدنیا و سال اللہ التوفیق.

انکشاف فی ص ۱۶۷ ص ۲۶۲

ترجمہ۔ یہ جان لیں کہ یہ بھی سنائی دی طرفہ تحقیق اور تحقیق
 اور یہ تحقیق مصوب کی جائے اس لئے کہ ان سب حضرات سے
 سب سے ہر زمین میں ہوتا ہے یا علیہ السلام و سب سے ہر زمین
 اللہ کی خوشنودی تھی یہ سب حضرات ہمارے پیرو ہیں۔ اور ہمیں
 نصیب ہے کہ ان کے ہاتھی القیامات کے لئے لائے گئے ہیں۔ اور
 ہمیشہ ان کا ذکر ہر زمین میں طریقہ پر کریں۔ یہاں تک کہ حدیث بڑی
 درست کی چیز ہے اور یہی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان و ہر ایک
 سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر وہی ہے کہ اللہ نے انہیں معاف کر
 دیا ہے اور ان سے۔ کسی نے اس کے بارہ و تھوڑے لوگوں سے
 یہ حدیث ثابت کیا۔ مختلف ہے علی اللہ علیہ السلام کے معجزات صحت
 سے ہر ایک میں فرمایا۔

ان کلمۃ شہید بسبب علی و جدہ الارض
 فی غیاہ روئے زمین پر چلنے والے شہید تھے۔

تو سر رہا۔ یہ بات سب کو ان میں سے ان حضرات میں
 پہنچ گئی۔ ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ انہیں کوئی قوربان
 ان کے فیصلے کی وجہ سے ان کے لیے کوئی مشکلات نہ ہو
 اور ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ ان کے لیے کوئی
 ان کوئی نہ ہو۔ ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ ان کے لیے
 یہ بھی مشکلات نہ ہوں گی۔ ان کوئی نہ ہو۔ ان کے لیے
 یہ بھی مشکلات نہ ہوں گی۔

تِلْكَ أُمَةُ قَدْ حَبِلَ لَهَا كَسْبٌ وَنَكْبٌ وَكَلْبٌ
 تَسْتَعِينُ عَمَّا كَفَرُوا بِعَمَلُونَ

یہ ایک ایسی قوم ہے جس نے اپنے لیے کسب و نکبہ
 کیا ہے اور جس نے اپنے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔
 ان کے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔ ان کے لیے کسب و نکبہ
 کیا ہے۔ ان کے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔

یہ ایک قوم ہے جس نے اپنے لیے کسب و نکبہ
 کیا ہے اور جس نے اپنے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔
 ان کے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔ ان کے لیے کسب و نکبہ
 کیا ہے۔ ان کے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔
 ان کے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔ ان کے لیے کسب و نکبہ
 کیا ہے۔ ان کے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔

یہ ایک قوم ہے جس نے اپنے لیے کسب و نکبہ
 کیا ہے اور جس نے اپنے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔
 ان کے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔ ان کے لیے کسب و نکبہ
 کیا ہے۔ ان کے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔
 ان کے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔ ان کے لیے کسب و نکبہ
 کیا ہے۔ ان کے لیے کسب و نکبہ کیا ہے۔

تبدیلی کی حدود سے خارج نہیں ہوئے، یہاں تک کہ یہی معاملہ ہو یا
 کے درمیان پیش آنے والے واقعات کا بھی ہے۔
 اور حضرت مجاہدین فرماتے ہیں :-

جہاں تک اس غور و خوض کا معاملہ ہے تو اس کے بارے میں ہمارا
 کچھ کہنا مشکل ہے، کیونکہ اس میں فوار صحابہ کے درمیان اختلاف
 تھا۔ اور حضرت حسن بصری سے صحابہ کے بارے میں سوال کے بارے
 میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ :-

یہ ایسے بڑے بڑے صحابی ہیں جن میں صحابہ موجود تھے اور ہم سب، وہ
 پورے حالات کو دیکھتے تھے، ہم نہیں جانتے، بس احاطے پر
 تمام صحابہ کا اتفاق ہے، ہم اس میں کسی بڑی کوتاہی نہیں کرتے ہیں، اور
 جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہے، اس میں شکوت
 اختیار کرتے ہیں۔

حضرت مجاہدین فرماتے ہیں کہ: ہم بھی وہی ذمہ لیتے ہیں جو اس
 بصری نے لیا، ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرام نے ان چیزوں
 میں اصرار کیا، ان سے وہ سب سے بہتر طریقے پر واقف تھے،
 لہذا ہم اس کا کام لیں گے کہ جس پر وہ سب حضرات متفق ہوں اس
 کی پیروی کریں، اور جس میں ان کا اختلاف ہو، اس میں
 خاموشی اختیار کریں، اور اپنی طرف سے کسی بھی اسے پیہ نہ
 کریں، ایسی باتیں ہیں کہ ان سب نے اپنی اسے کام لیا تو
 اللہ کی خوشنودی پائی تھی، اس لئے کہ ان کے سامنے ہیں
 وہ سب حضرات شہد و شہداء۔ نہ بالاتر ہیں۔

اس طریقہ مبارک میں عام قرضی رقم امداد میں نے اس حالت سے متنبہ ہے

سارہ بھی ہو تو یہ فضائل ان کی مغفرت کے سبب ہیں، یہاں تک کہ ان کی مغفرت کے اسلئے سوال ہے کہ ان کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہو سکتے۔

۱۸۔ کتاب مذکور میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک مفصل کلام کے بعد لکھتے ہیں:-
 اور سب منافقہ صلیق اہل السنۃ والجماعۃ کا اصول یہ پڑ گیا جو اوپر بیان کیا گیا ہے تو اب یہ سمجھئے کہ ان مغفرت کے قوس کا حاصل یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام کی طرف جو بھی کنایہ برائیاں منسوب کی گئی ہیں ان میں بیشتر حصہ تو صحیح اور اعتراض ہے اور کچھ اسلئے ہے جس کو نبیوں نے اپنے اجتہاد سے عزم شرعی اور دین سمجھ کر اختیار کیا، مگر بہت سے لوگوں کو ان کے اجتہاد کی وجہ اور حقیقت معلوم نہیں، اس لئے اس کو تہاد قرار دیا۔ اور کسی محال میں یہ بھی تسلیم نہ کیا جائے کہ وہ ظلماء اجتہاد کی ہی نہیں بلکہ عقیدہ کنایہ ہی ہے تو سمجھ لیتا چاہئے کہ ان کا وہ گنہ بھی معاف ہو چکا ہے، یا اس وجہ سے کہ انہوں نے تو پرتوئی (چھینا) کہ نبی سے ایسے معاملات میں ان کی توبہ خود قرآن و سنت میں منقول و ماثور ہے (اور یہ ان کی ذمہ داری ہزاروں حسانت و طاعت کے سبب معاف نہ ہو گیا اور یہ اس کو دنیا میں کسی منہیت و تکلیف میں مبتلا کر کے اس عباد کا کفار و کفر دیا گیا، اس کے علاوہ انہی سبب مغفرت کے ہو سکتے ہیں) (ان کے کفار و کفر و معنی فراموش کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن و سنت سے دلائل سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ کوئی ویسا عمل ان کے بارے اعمال میں

باقی رہے جو جنہم کی راہ کا حرب بنے، اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام میں سے کوئی شخص ایسی حالت پر نہیں مرنے کا جو دشوار جنہم کا حرب بنے تو اس کے موافق کوئی چیز اس کے استحقاق جنت میں مانع نہیں ہو سکتی۔

اور عشرہ مبشرہ کے علاوہ کسی معین ذات کے متعلق اگرچہ ہم یہ نہ کہہ سکیں کہ وہ جنتی ہے، جنت ہی میں رہنے کا ثمر یہ بھی تو جانا نہیں کہ ہم کسی کے حق میں بغیر کسی عقل شرعی کے یہ کہہ لیں کہ وہ مستحق جنت کا نہیں ہے، کیونکہ ایسا کہن تمام مسلمانوں میں سے بھی کسی کے لئے جائز نہیں جن کے بارے میں ہمیں کسی دلیل سے جتنی ہونا بھی معلوم نہ ہو، ہم ان کے بارے میں بھی یہ ضمانت نہیں دے سکتے کہ وہ ضرور جنہم میں نہ جائے گا، تو پھر انفس المؤمنین اور خیار المؤمنین (جو یہ کراہت) کے بارے میں یہ کہہ دینے سے نہ ہو جائے گا، اور ہر صحابی کے چارے اعمال ظاہر و باطن کی اور حسنات و عیبات اور ان کے اعتقادات کی تفصیلات کا ہم ہمارے لئے بہت دشوار ہے اور بغیر علم تحقیق کے کسی کے متعلق فیصلہ کرنا حرام ہے، اسی لئے مشاہرات صحابہ کے معاملے میں سکوت کرنا بہتر ہے، اس لئے کہ بغیر علم صحیح کے کوئی قلم اٹکا حرام ہے۔ (شرح مقبوضہ، ص ۲۱-۲۲)

۱۹۔ اس کے بعد شیخ الامام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صحیح روایت سے یہ واقعہ

بیان کیا ہے -

ایک شخص نے حضرت مہد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر قہر الزام لگائے، قہر یہ کہ وہ

ہوتی ہے، ورنہ پھر وہ اللہ کا معاف کیا ہوا گناہ ہوتا ہے۔

(شہنشاہ قادیان، ص ۱۰، ۱۱، ۱۲)

۳۹:- علامہ سفارینی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”المدونة العصبية“ میں، پھر

اس کی شرح میں اس سیکلے پر اچھا کام کیا ہے، اس کا ایک نسخہ یہاں نقل کیا جاتا ہے،
پہلے متن کتاب کے دو شعر لکھے ہیں:-

واحد من الخوص الذي قد بوزي

بفضلهم مما جرى لو قدرى

ترجمہ:- اور پرہیز قرا سنی پانچواں میں پیش آنے والے شخصوں

میں نقل دینے سے جس میں ان میں سے کسی کی تعمیر ہوتی ہو۔

فانه عن اجتهد قد صدر

فاسلم ازل الله من ليم هجر

ترجمہ:- کیونکہ ان کا جو عمل بھی ہوا ہے، اپنے اجتہاد شرعی کی بناء

پر ہوا ہے، تم سلامتی کی راہ اختیار کرو، اللہ تعالیٰ اس شخص کو

جو ان کی بدگواہی کرے۔

اس کے بعد اس کی شرح میں فرمایا:-

فانه أي التخاصم والتزاع والتقاتل والدفاع الذي جرى

بينهم كان عن اجتهد قد صدر من كل واحد من رؤوس

القريتين ومقصود مانع لكل فرقة من الطائفتين وان كان

المصيب في ذلك للمصواب واحد منهما وهو علي

رضوان الله عليه ومن والاد والمسخطى هو من بازعة

وعداؤه غير ان للمسخطى في الاجتهاد اجرا وثوابا حلالا

لاهل الجفاء والعناد فكل ما صح مما جرى بين

النصحابة الكرام وجب حملهم على وجه يلقى عنهم
 الذنوب والأثم فمما قاله علي مع العباس رضي الله
 عنهما لا تغضبي إلى حسين، وتقاعد علي عن مبايعة
 الصديق في بدء الأمر كان لأحد أمرين إما لعدم مشورته
 كما عتب عليه بذلك وإما وفرا مع خاطر سيده نساء
 العالم فاطمة البتول مما ظنت أنه لها وليس الأمر كما
 هنالك ثم إن عليا بايع الصديق علي رؤوس الأشهاد
 فالتحدث بالكلمة والله الحمد وحصل المراد.

وتوقف علي عن الاقتصاص من قتلة عثمان إما لعدم
 العلم بالقاتل وإما خشية تزايد الفساد والطغيان،
 وكانت عائشة وطلحة والزبير ومعاوية رضي الله عنهم
 ومن اتبعهم ما بين مجتهد ومقلد في حوز محاربة أمير
 المؤمنين سيدنا أبي الحسين الأتزع الطين رحوان
 الله تعالى عليه.

وقد اتفق أهل الحق أن المصعب في تلك الحروب
 والتسارع أمير المؤمنين علي من غير شك ولا تدفع
 والحق الذي ليس عنه نزول أنهم كلهم رضي عن الله
 عليهم عدول، لأنهم تناولون في تلك المحاصيات
 مجتهدون في هاتيك المقاتلات فانه وإن كان الحق
 علي المعتمد عند أهل الحق واحدا فالخطي مع بدل
 التوسع وعدم التقصير مأجور لا مأزور وسب تلك
 الحروب اشتباه القضايا فبشدة اشتباهها اختلف

اجتهادهم وحاروا ثلاثة أقسام، قسم يظهر لهم اجتهاد
 أن الحق في هذا الطرف وإن مخالفه باغ فوجب عليه
 نصرة المحق وفتال الباغي عليه فيما اعتقده، ففعلوا
 ذلك ولم يكن لسن هذا صفته التأخر عن مساعدة
 الإمام العادل في فتال البغاة في اعتقاد. وقسم عكسه
 سواء بسواء. وقسم ثالث اشبهت عليهم القضية فلم
 يظهر لهم ترجيح أحد الطرفين فاعتزلوا الفريقين وكان
 هذا الاعتزال هو الواجب في حقهم لأنه لا يحل الإقدام
 على قتال مسلم حتى يظهر ما يوجب ذلك. وبالحمللة
 فكلهم معذورون وما جورون لا مازورون ولهذا التقى
 أهل الحق ممن يعتقد به في الإجماع على قبول
 شهادتهم ورواياتهم وشيئ عدايتهم، ولهذا كان
 علمائنا يفرقون من أهل السنة ومنهم ابن حنبلان في
 نهاية المستدئين يجب حب كل الصحابة والكف عما
 جرى بينهم كناية وقراءة والفراء وإسماعيل وتسبيحها
 ويجب ذكر محاسنهم والترضى عنهم والمحبة لهم
 وترك التحامل عليهم واعتقاد العذر لهم وإيهم السما
 فعلوا ما فعلوا باجتهادهم سابع لا يوجب كفرا ولا فسقا
 بل وربما يتأبون عليه لأنه اجتهاد سابع ثم فتال، وقيل:
 المصيب على رضى الله عنه، ومن قائله فخطأه معفو
 عنه، وإنما نهى عن الخوض في النظم (أى في نظم
 العقيدة عن الخوض في مشاجرات الصحابة) لأن

الامام احمد کمال بنکبر علمی من خاص و سلسلہ احادیث
المتشابه ولقد سرامس سلسلہ او کثرتہ و غلال
المسکوت عما حری بنہم

اشون متا بہ لغاریتی ن ۲ ص ۱۴۶۹

آپ نے ان کے نام کو نزاع، یہاں اور دکان و قتل کا چاہے
اور میں پیش کر رہا ہوں، ان کو انتہائی بد، یہ تھا جو فریقین کے
سواہوں کے بپا تھا، اور فریقین میں سے ہر ایک کا مقصد اپنا
تہذیب اور اپنے انتہائی برحق فریق میں ہی ہے، اور وہ اس بات
میں اور ان کے رجحان میں، اور خطہ، یہ وہ اختلافات ہیں جنہوں
کے مضامین کے نزاع و بدعات کا معاملہ کیا، البتہ جو فریق
کھانا، یہ بھی دیتے تھے، البتہ آپ نے کہا، ان کے لیے میں
صرف ان ہی کو، وہ ان ہی کے فرقہ کرتے ہیں، البتہ اس کے تمام
کے، یہاں مشہور ہے کہ جو بھی دیتے ہیں ان کی بھی ان
میں تفریق کرنا، البتہ یہ ہے جو ان مضامین سے غلاموں کے تمام
وہ اور ان کے، انی ہو، البتہ اس بات میں اور حضرت عباس کے
اور ان کو بھی کافی بولی دے گی، اس کے سوا وہ سب سب نہیں دیتے
ابتداء میں حضرت علی کے جو مضامین اب ان کے ہاتھ پر نیست
نہیں ہی تھی، وہ وہاں میں سے کسی دلیلہ جہ سے تھی، یا وہ ان
کے، ان کے مشہور نہیں کیا گیا تھا، یہیں ان کو انہوں نے اسی
پر انہوں نے انتہائی فرمایا، یہ چر میں سے اس کے لئے فی دہائی
مقام، جس کے یہ مجموعہ تھیں اور ان کے لئے معنی الہیہ، علم ہی یہ ہے
سے یہ اس لئے دہ چاہئے، وہ دے، یہ مضامین کے بلاشبہ تمام

مطابق با حق فریق کی مدد اور ہائی فریق سے نہ، واجب ہے۔
 چنانچہ انہوں نے ایمان کیا، اور تمام ہے کہ جس شخص کا حال یہ
 ہو اس نے نے پانچ سو سب نہیں تو نہ، اور عادل، با حق کی
 مدد اور یہ فیصلہ ہے۔ بلکہ نے فریقے میں کوئی کرے۔ وہ ہر
 قسم کے برکت ہے۔ اور اس پر بھی تمام اس باتیں حاکم آتی
 ہیں جو کہی قسم کے لیے بیان کی ہیں۔ کتاب کی ایک قسم کی
 جماعت مومنی جس نے نے پھر فیصلہ اور مسئلہ اور اس پر
 یہ واضح ہے جو کہ کو فیصلہ میں سے اس کو ترجیح ہے۔ یہ جماعت
 فریقین سے جو کہ اس کی، اور ان حضرات کے حق میں یہ ان
 شخصی کی واجب حق، اس لئے کہ سب تک کوئی شری حد مانگتے
 ہو، کسی مسلمان کے خلاف قتل و مقررہ عدالت نہیں ہوں۔ خاصہ
 یہ ہے کہ تمام کتاب و معذرت اور جو کہ اس کتاب کا ایک حصہ ہے
 کہ اس حق کے تمام قابل اور عادل اس کے تمام ہے۔ اس کی
 حواہش بھی قبول ہیں اور ان کی رد و قبول ہے۔ اور ان سب کے
 لئے عدالت ہوتے ہے۔ ان کے لئے اور کے لئے عدالت ہے۔
 اور ان کے عادل تمام مل جاتے ہے اس میں اس عدالت (الحدیث
 الحدیث میں) اس داخل میں فرمایا ہے کہ اس کو سب سے بہت دین
 اور اس کے در بیان جو اوقات قتل کے لئے و لکھنے یا سننے
 پر مانگے، سننے اور دین کے لئے یہ سب کو کتاب و ادب ہے۔ اور ان کی
 خونیں کا کتاب اور ان سے جس منہ کی و اللہ رزاقہ ان سے
 محبت دین، ان پر اعلیٰ حدت کی راہیں و چھوڑنا، نہیں معذور
 سمجھنا۔ اور یہ نہیں دین واجب ہے کہ انہوں نے نہ لکھتے ہو

ہیئتہ ہائے دستہا، فی مقام پاپا جس سے یہ نمرائز آتا ہے، یہ فعلی
ثبات ہوتا ہے، بد بساوت سے اس پر نہیں ثواب ہوگا اس سے
کہ یہ ان کا جواز دہن تھا۔ پھر آیت میں بعض احکامات کے لئے اس
جے کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی، اور اس نے ان
سے قتال کیا اس کی شہادت کر دینی کی ہے۔ اور بعد کا اندیشہ
کی نظر میں جو مشاہدات کے موافق تھے، ثبوت و بحث سے منع کیا
گیا ہے، وہ اس لئے کہ نہ محمد و محمد اللہ اس شخص پر نہیں فرمایا
کرتے تھے جو اس بحث میں اجماع ہوں، اور انسانی صحابہ میں جو
امارت آتی ہیں، انہیں تسلیم فرمائیں ان لوگوں سے زیادہ کا اختیار
کرتے تھے جو محمد و محمد اللہ پر قائم تھے ہیں، اور آیت کے کرا
(تحت نظر رہے) مشاہدات صحابہ میں حکومت اختیار کرتے ہیں۔

یہ بحثہ مجموعہ ہے مائت و خت، مختلفہ میں، و تاثرین حاکم سے متعلق ہے،
اقوال کا نام میں تمام صحابہ کرام و انھوں نے اجماع سے بدل و تفسیر ہوتے پر بھی
اجماع و اتفاق ہے، اور اس پر بھی کہ ان کے درمیان پیش کرتے واسطے مشہدات میں
خوش نہ رہا ہے۔ یہ سلسلہ انتظام کریں یا پھر ان کی شان میں کوئی ایسی بات کہنے سے
پر نیز کریں اس سے ان میں سے کسی کی شکایت ہوتی ہو۔

صحابہ کرام معصوم نہیں، مگر مغفور و مقبول ہیں

اس لئے صاحبان مسابغات ہاں پر بھی اتفاق ہے کہ صحابہ کرام انبیاء
میں سے کسی معصوم نہیں، ان سے معافی اور انکار ہونا ہوتا ہے، اور یہ سب
ہیں، لیکن یہ دعویٰ کہ بعض انہی علم کے حدود میں چاہی فرمائی ہیں،
حدیث کو یہ کہیں یہ سب واقعات ناقابل انکار ہیں، نہ وہ وہ جہانان میں اس کی

اس کی شہرہ راجھی لڑا اور جیتی، مگر یہی جو تھا، نہیں، بلکہ اس پر ایک اجر ملنے کا وعدہ حدیث صحیح میں مذکور ہے، اور اگر تھیں، قول اور جملہ کے ہر دو صوں میں سے، واقعی کوئی لغزش اور کوتاہی ہو جائی ہے تو وہ اس پر لازم و حساب ہونے، جیسا کہ اکثر حضرات سے ایسے کھڑے منقول ہیں (ان کا کہنا ہے کہ لڑا گیا جائے گا)۔

مخصوصاً جبکہ قرآن کریم نے اس کی مدح، ثناء اور ان سے اللہ تعالیٰ نے بخش ہوئے کا بھی اعلان فرمایا، جو مکتوبہ مرکز سے بھی لیا ہوا ہے اور چھپا ہوا ہے، ملاحظہ ہوں روایات مذکورہ میں نمبر ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶۔

جس مسئلے کے اجماعی حکم ہوں اور خطاؤں کو بھی حق تعالیٰ عارف اور پاک تو آپ کسی کو کیا حق ہے کہ ان کلمہ ہوں اور خطاؤں کا تذکرہ کرنے کا یہاں نہ ہونا، اہل بیاد کے اور ان متدین کے مدعی اس سے اختلاف و امتداد میں خلل دال کر، یہی فیہا میں پر ضرب لگاتے، اس لئے صرف حاشیوں کے محو اور معاملات میں نصف امان اور کلمہ سے بوائے ان کی سلامتی کا ذریعہ قرار دیا۔ ہاں ہی جواب کے درمیان ہر فریق نے مسئلے کی طرف دیکھ کر جو میں تو اہل امت اس منہج کی میں، اس سے باز رہے، مگر یہاں اختیار کیا جو عقیدہ و اظہار کے معاملے سے اور پختہ کیا گیا ہے کہ ان قول و فعل میں باتوں کا تذکرہ نہ ہو تو کلمہ اور حق اور ہے جو، افضل و نوابی اور منافقتیں ہی، اور انھوں سے ساری سے برحق ہو گیا ہے، اور جو پہلے صحیح بھی ہے تو، بھی ان کو اس لئے نہیں کہ اس کو انہوں نے اپنے اختیار سے جائز بلکہ دین کے لئے ضروری سمجھا، اختیار کیا، اور چھوڑ دیا، جو ان کا غلط بھی ہو مگر یہ بھی غلط نہیں، اور ہر کسی خاص مسئلے میں یہ بھی تسلیم فرمایا جائے کہ نظام اجتماع ہی میں نہیں، واقعی کلمہ کی بات ہے، تو کیا ہر ان حضرات کے لئے خدا و فکر، قدرت سے یہ ہے کہ انہوں نے اس سے تو پر گزری، مگر وہ اس کا اعلان نہ کیا، اور ان کو اس کے ہم میں نہ ہوا، اور بالظن یہ بھی نہ ہو تو ان کے حسن سے اور ان کی خدمات اور نیکوئی میں کہ ان کی جگہ سے حاشیوں کو چھاننا قریب جائز ہے۔

ہوتے ہیں۔ اس کے لئے روئے زمین و آسمان و زمین کی تاریخ و دور و اوقات
 کے تمام شے پہنچنے والی ہو گئی۔ اور اس کے لئے اس کے اشیاء کے تمام پہلوں کا یہ ہے
 اور اپنی پیدائش کے ساتھ ہی وہ یہ سب کو اپنے ساتھ لے کر آتی ہے۔ اس کے لئے اس کے
 آسمان و زمین کے اس کے لئے اس کے لئے اور اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

۱۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

۲۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

۳۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

۴۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

۵۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

میں مقدس بڑائی کے قریب ایک خوب سمجھ والوں کی انجمن سے وراعت
تھوئی اس سے فارغ رہیں اعتدالیٰ کلمہ کا انتظام کے جو قوائے کے ساتھ یہ بھی رہا۔
پانی پر انہوں نے تھوڑے بجے قوائے کا بھی انتظام کیا ہے یہ جو کہ وہاں
تھوڑے قوائے کے حال میں انہوں نے تھوڑے تھوڑے قوائے کے ساتھ
ہے قوائے پر انہوں نے تھوڑے تھوڑے قوائے کے ساتھ۔

اور یہ اسباب کا یہ جو عام اور انہوں نے یہاں تھوڑے قوائے کے ساتھ
بھی ہے تو انہوں نے اس کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
بعد یہ اسباب تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
ایک سال میں تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے

تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے
تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے

تھوڑے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے قوائے کے لئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ کا تہہ ہے اور ہم حدیث میں بڑی استیاض و تحقیق کے ساتھ مدون ہو چکے ہیں، اس طرح بہت بڑا حصہ خود قرآن کریم میں مذکور ہے۔ کیونکہ بہت سی آیات قرآن کا نزول غاص خاص صحابہ کرام کے واقعات میں ہوا ہے۔ چر قہ قرآن میں جو علم آیا اگرچہ وہ سب مسلمانوں سے لئے عام قرار پایا، مگر یہ صحابی تو خدہ بصیرت سے اس کے مصداق تھے، اس طرح غور کیا جائے تو انہیں آیات کے ضمنی میں سو پہ کراخ کے بہت سے حالات و معاملات قیاسے ہیں۔ جن حضرات کی زندگی کو سمجھنے اور ان کے حالات کو معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم کی مفاد آیات اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں، جزئی استیاض و جمیع تحقیق کے ساتھ مدون کی ہوئی روایات موجود ہیں، اور ان کے مقابلہ میں تاریخ کی حکایات ہیں جن کے متعلق اعتدال تاریخ کا اتفاق ہے۔ ان حکایات و روایات میں نہ صحت شدہ اہم ہے، نہ روایوں پر جرح و تعدیل کا سمجھنا دستور ہے، بلکہ ایک مقبول کا۔ وائت واران نام ہی کتاب ہے۔ کسی واقعے کے متعلق جتنی اس طرح کی روایات اس کو پہنچی ہیں، وہ سب جمع کر دے، خواہ وہ اس کے مسک، مذہب کے خلاف ہی ہوں۔ یہ تاریخ کی صحیح و تقیم روایتیں اگر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشدہ روایات کے خلاف کسی شخصیت کے بارے میں کوئی جائزہ دیں اور ان پر چند نکات مانع کریں، تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ان مجروح، بے سند، دھنکی روایات کو قرآن و حدیث و شہادتوں پر ترجیح دے کر ان حضرات کو طہر قرار دے دیا جائے۔

یہ صرف ”اسلامی حقیقت مندی“ اور ”صحابہ کی جہاد دہی“ کا مسئلہ نہیں بلکہ عقل و انصاف کا مسئلہ ہے، غیر مسلم مستشرقین اور ان کے جرنیلوں سے یہ سوال ہے کہ ایک شخص یا جماعت کے متعلق اگر دو طرح کی روایات موجود ہوں، ایک ضمنی روایات میں روایت کی پوری سند محفوظ ہے، اس کے روایوں کو جرح و تعدیل کے معیار پر جانچا گیا ہے، انھوں روایت میں مکمل استیاض برتی گئی ہے، اور دوسری قسم ایسی

مختلف شریعتیں بلکہ شریعت پر حمل کرنے کی ایک خاص صورت ہے جس کو ہمیں اپنے اجتہاد میں سے ترویج اور مزین کرنے کے لئے ضروری تہجد و تفرق میں ان سے خطاء بھی نہ ہونی چاہئے۔ مومنین کے لئے ان پر ان کو سب تصدیق حدیث یہ کہہ کر بھی لے گا۔ اور اگر کوئی ایسا کام بھی نہ کرے گا۔ یہ سزاوار ہے جو خطاء و کوتاہی نہیں چاہے۔

حزقہ گناہ ہے تو ان کو ایسا کام نہ کرے جس کی پوری اسلامی زندگی میں کوئی شہادہ و آثار ہے کہ ان کے انکسار سے اور اسلام کی ہم خدمات کے مقابلے میں کوئی شہادہ و آثار نہیں ہے۔ ان کے خوف خدا اور رحم و نصیحت کے پیش نظر یہ غلط ہے کہ وہ اس کا قائل نہیں رہے بلکہ تاب ہوئے اور یہ بھی نہ ہو تو شہادہ و آثار خطاء و گناہ ان کی تنظیم اشیان اسلامی خدمات اور انھیں خدمات کی حد سے عاف ہو گیا جس کی معافی کا اعلان حق تعالیٰ کی رسالہ و رسوا کے مفاد سے قیاس کریم میں آویزا ہے۔ ان حالات میں یہ محترم امر جس کا مصدق کا یہ قائل نہیں کہ تاریخی روایات کو مستحقین و محتاجین کی روایات اور جمعی روایات سے غافل بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ روایات و عقاید و حدیث اور روایات قرآن نے مجاہد ادب اللہ کے ہیں۔

بھین جگمگ کے وقت بھی صحابہ کرام کی رعایت ضرور

بدعت صحابہ کرام و مقدس عمر خداتر میں کوہٹے جو اپنے ہاں نہ حال بلکہ طاعت و عبادت پر بھی اللہ تعالیٰ سے و رتہ اور خائف رہتا ہے۔ اسب پٹی کسی اجتہادی شخص پر تہجد ہو جائے تو خدمت کے ساتھ اس کا اعتراف اور اس پر اعتقاد و کمر بستہ کا معمول ہے۔ مشاورات صحابہ میں جو حضرات باصلاح امت حق پر تھے اور حق کی مجبوری سے انہوں نے وہ وہی چاقو و زانی اور فتح بھی پائی، وہ بھی نہ اپنی فتح پر سرور نہ نہ نہ متعلق نہ تھے اس لئے کہ مصلحت مولے پر کوئی طرح ان کی زبانوں سے نہ نکلا۔ بلکہ متدین فریق کو بھی اللہ والہ و خلیفہ نبی کریم علیہ السلام کی میں جتلا بھیجے۔ ان کے حق و انکسار پر انہوں نے عبادت کا اظہار کیا۔ صحابہ کرام کی ہمت و ہمت

یہاں سے ہوتا ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ نے کہا: یہاں سے ان میں سے کسی شخص نے بھی ان کو
مطمئن قرار دیا۔ یہاں سے ان حضرات نے یحییٰ بن یحییٰ کو مذکورہ دلیل دہلیز سے
تھوڑے سے لئے گاٹی ہیں۔

۱۔ حضرت یحییٰ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ نے جو فتاویٰ لکھے تھے ان میں ان کی
چچا کا خالہ شیخ ابوہانوفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تہذیب کا بیان ہے اور ان کا بیان ہے
کہ شیخ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ میں نے حضرت یحییٰ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ سے کہا: یہاں سے ان میں سے کسی شخص نے
میں کو مذکورہ دلیل دہلیز سے لئے گاٹی ہیں۔

۳۔ حضرت یحییٰ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے فتاویٰ کو لکھا ہے کہ
ان میں سے ان حضرات کے فتاویٰ میں مذکورہ دلیل دہلیز سے لئے گاٹی ہیں۔

۴۔ حضرت یحییٰ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے فتاویٰ کو لکھا ہے کہ
ان میں سے ان حضرات کے فتاویٰ میں مذکورہ دلیل دہلیز سے لئے گاٹی ہیں۔

۵۔ حضرت یحییٰ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے فتاویٰ کو لکھا ہے کہ
ان میں سے ان حضرات کے فتاویٰ میں مذکورہ دلیل دہلیز سے لئے گاٹی ہیں۔

۶۔ حضرت یحییٰ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے فتاویٰ کو لکھا ہے کہ
ان میں سے ان حضرات کے فتاویٰ میں مذکورہ دلیل دہلیز سے لئے گاٹی ہیں۔

۷۔ حضرت یحییٰ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے فتاویٰ کو لکھا ہے کہ
ان میں سے ان حضرات کے فتاویٰ میں مذکورہ دلیل دہلیز سے لئے گاٹی ہیں۔

۸۔ حضرت یحییٰ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے فتاویٰ کو لکھا ہے کہ
ان میں سے ان حضرات کے فتاویٰ میں مذکورہ دلیل دہلیز سے لئے گاٹی ہیں۔

۹۔ حضرت یحییٰ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے فتاویٰ کو لکھا ہے کہ
ان میں سے ان حضرات کے فتاویٰ میں مذکورہ دلیل دہلیز سے لئے گاٹی ہیں۔

حضرت مولیٰ کے قصاص کے سلسلے میں ہے، ہر مومن کو جس شخص کا قصاص ہے اس کے لئے
 جس شہر میں اس نے جانتا ہے، روکتے ہوئے، اس سے پہلے جس میں اس کا

راہداری، راہداری کے لئے اس میں ۱۰۰۰

۱۔ یہ حضرت مولیٰ نے بھی یہ امر کے پاس اس سے علیٰ غرض اس کے
 قصاصات میں جو پہنچے تو وہ روکتے ہوئے ہوئے پہنچا کہ اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے

حضرت مولیٰ نے بھی اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 یہاں اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

۲۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

۳۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

بکا کر پیش آجائے تو اسی نامائے اور اسی شہر کے رہنے والے بڑے بڑے محدثوں کی
واقعات کا مجموعہ۔ یہیں رہتا۔ لیونگڈ جس شخص سے انہوں نے سنا تھا اس کو ثقہ و معتد سمجھ
کر اس کی روایت بیان کر دیتی۔ ظاہر ہوتا ہے کہ اس معتد نے بھی خود واقعہ دیکھا نہیں،
نہی دوسرے سے سنا اور یوں روایت در روایت ہو کر ایک بالآخر یہ سربہ افواہ ایک
معتد عامہ روایت کی صورت اختیار کر رہی ہے۔

مشاجرات صحابہ کا معاملہ اس سے الگ کیسہ ہوتا ہے؟ جبکہ اس میں سبکی
توحید کے شائبہ ہیں اور وہ افسی وقواق کی سازشوں کا بیوہ گل تھا۔ اس لئے اسلاف
تواریخ میں گواہی ملتا ہے۔ عین اور دوسرے ثقہ و معتبر حضرات نے جمع کر لیا اور اصول
تاریخ کے مطابق ہر طرح کی روایات جو کسی واقعے سے متعلق ان کو پہنچی تاریخی روایات
کے اصول پر سب کو بے کم و کاست درج کر دیا۔

تو اب سمجھ لیجئے کہ روایات کا مجموعہ کس درجہ قابل اعتبار ہو سکتا ہے؟ عام ذہن
نے واقعات و حالات میں یہ تاریخی روایات جس کی جاتی ہیں ان میں اس طرح کے
نکتے سے غموں نہیں ہوتے کہ اس لئے کتب تواریخ کا وہ حصہ جو مشاجرات سے بڑا ہے
متعلق ہے فواہ اس کے لئے والے کتنے بڑے عیب و معتد ملتا۔ ذیل ان کے اعتبار کا وہ
درجہ بھی نہ پہنچا پائی کہ جو یہ مہذبہ تاریخی واقعات کا ہوتا ہے۔

ان بات میں یہی رحمہ اللہ نے ان معامات میں جو کچھ فرمایا، اور خود مرقہ و تو
اس کے ۱۰۰ دینی اور دینی بات کہنے اور سننے کے قابل نہیں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ
کا یہ ارشاد ہے۔ روایت نمبر ۱۲ میں بحوالہ تفسیر قرطبی مرقہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں -

وقد سئل الحسن البصري رحمه الله عن فتانهم، فقال.

فقال شهده: أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم وغنا.

وعلموا وحملوا، واجتمعوا فاتبعنا، واختلفوا ههنا.

فقال المحامی فحسن بقولی کما قال الحسن وعلیه السلام
 الفؤاد ککسواء فقلوبہما دحیوا فہمنا ونفع من احسنوا
 علیہ ونفع عندما اختلقوا ولا سندخ را اما ما در علمہ انیم
 احتشدوا وادانوا فہم عمر و حسن ان ککسواء غیر منہم
 فی الدین وسمائل اھل العاقبہ

ترجمہ: تو نے تو نہیں مانتا ہے کہ میں نے ۱۳۲۲

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے قول صحابہ سے ہوا ہے
 میں سائل آیا کیا تو فرمایا کہ میں نے کہا میں نے سنی ہمارے
 ہمارے صحابہ کرام کی طرح تھے اور ہم نے آپ کے اہل بیت سے
 واقعتاً اور ان وقت کی مشتملیات میں سے وقت سے ہم
 وہ وقت میں سے کہ میں نے ان کو حقائق ہمارے میں سے
 ان کی جوئی تھی اور اس چیز میں ان کا اہمیت ہے ان میں سے
 سے تو قضا اور سنت اختیار کیا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ ان قوس کو تو قضا سے حضرت ان سے
 قوس کو اختیار کرتے ہیں اور اگر میں فہمات میں کہ ہم پر وہی
 طرح چاہتے ہیں کہ ان حضرات سے امتیاز کیا ہے ان میں سے
 تعاقب کی رسم ہی سے خاصہ تھے کیونکہ ان کے اہل بیت سے
 متبرک نہیں تھے۔



یہ عقل و انصاف کا فیصلہ ہے یا تحقیق حق سے فرار؟

غور فرمائیے کہ جنگی حالات اور منافقین و خوارق کی روایات کے بیون کے روایات میں جو تلمیحات اور شہادتیں پیدا ہو رہی ہیں ایسے حالات میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے جو فیصلہ فرمایا وہ عقل سلیم اور عین مدلی و انصاف کا مظاہرہ ہے یا مذہبی تعصبات منہ کی اور تحقیق حق سے فرار؟ نفوذ ہند۔

یہاں فوراً صوبہ یہ ہے کہ اذیت حسن بصری رحمہ اللہ جو اجل تابعین میں سے ہو یہ اراکین اور کلمے والے ہیں، وہ صحابہ کرام کے یا نبی و ائمہ اہل بیت میں پیش آنے والے ناموں کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ "ہمیں ان کے احادیث سے معذور نہیں"۔ یہ کلام بھی یہ مانگا ہے کہ احادیث و مہیا ظلم یعنی شرعی اصول کے مطابق نہیں ہے۔ ان کی بنا پر یہ شخصیت چاروں اقوام کا یہ خدا ہے۔

تو بعد کے آنے والے ماذبحین خواہ وہ ائمہ حدیث بھی ہوں، جیسے ابن ابی شیبہ وغیرہ ان لوگوں کے بعد ان احادیث کا طعن کرنے پر ایسے ہو سکتا تھا جس پر کسی عقیدے یا عمل کی بنیاد بھی نہ تھی۔ اور نہ انہوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے، ماذبحین نے اس کو بے جا ہوا دعویٰ ہر طرح کی مدافعت مخالف، صحیح تفسیر روایات منع کر دیا ہے، ان کے مطابق اصول نے اپنی تاریخ میں ہر طرح کی روایات منع کی ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ فیصلہ تو ایسا ہے کہ اس میں کسی عقیدے اور نہ یہ عقل نہیں، کوئی غیر مسلم بھی اگر اللہ فہمند ہو تو اس کو بھی روایات تاریخی کے اعتبار و اعتبار کے سامنے اس کے واسطے کی کھجائش نہیں کہ بے خبری اور ضروری پہلوں اور وسوسوں سے نہ سونے کی بنا پر شکوت کو اسم قرار دے۔

اور جن حضرات علماء نے قرآن و سنت کی نصوص کی بناء پر یہ قرار دیا کہ ان میں سے جس کسی پر کوئی واقعی الزام کسی گناہ و خطا کا ثابت بھی ہو جائے تو انہیں کاردہ اس گناہ و خطا سے بھی عند اللہ نہی ہو چکے ہیں، اس لئے اب کسی کے لئے جائز نہیں کہ ان کے ایسے اعمال کو مشغلہ بحث بنائے، اس کا مستشرقین انکار کریں تو کر سکتے ہیں کہ ان کا قرآن و رسول پر ایمان ہی نہیں، وہ ان کے ارشادات کو بھی غلط سمجھتے ہیں، ان کی بناء پر کسی کی توثیق و تعدیل کیسے کریں؟ مگر کسی مسلمان کے لئے تو ان کی مدافعت میں بھی اس کی گنجائش نہیں کہ ان کے اس کفر و انکار کو تسلیم کر کے اس بحث میں الجھ جائے جس کا جال مستشرقین نے اسی لئے پھیلایا ہے کہ قرآن و سنت سے ناواقف یا بے فکر مسلمان اس میں الجھ کر اپنے صحابہ کرامؓ کے مقدس گروہ کا اعتماد کھو بیٹھیں۔ ایسے لوگوں کی مدافعت بھی کرنا ہے تو اس کا محاذ یہ نہیں کہ جہاں وہ مسلمانوں کو کھینچ کر لانا چاہتے ہیں بلکہ ان کی جنگ کا محاذ یہ ہے کہ ان سے قرآن و رسولؐ کی حقانیت اور صدق پر کلام کیا جائے، جو اس کو نہیں مانتا اس سے مسلمانوں کے کسی گروہ و جماعت کا تقدس منوانے کا کیا راستہ ہے؟ ایسے حالات میں تو مسلمانوں کی راہ عمل قرآن نے بتا دی ہے کہ: "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ" یعنی تمہارے لئے تمہارا دین ہے، ہمارے لئے ہمارا، کہہ کر اپنے ایمان کی حفاظت اور اس کو مضبوط کرنے کی فکر میں لگ جائیں، مسلمانوں کو قرآن و سنت کی نصوص سے مطمئن کریں اور غیروں کے اعتراضات کی فکر چھوڑ دیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور علمائے اُمت نے جو مشاجرات صحابہؓ میں کتب لسان اور سکوت کو اسلم قرار دیا، اور اس میں بحث و مباحثہ کو خطرۂ ایمان بتلایا، یہ گورائے عقیدت مندی کا نتیجہ نہیں بلکہ عقل سلیم اور عدل و انصاف کا فیصلہ ہے۔

جن حضرات نے اس زمانے میں پھر ان مشاجرات صحابہؓ کو موضوع بحث بنا کر کتابیں لکھی ہیں، اگر واقعی ان کا مقصد اس سے ملحدین و مستشرقین کا جواب اور

مہمانت ہے تو ان کا فرض ہے کہ یا تو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے طریق پر ان توان کی اس گمراہی پر متنبہ کریں کہ اعمال و اخلاق اور تہذیب و عمل کے اعتبار سے جن انسانی ہستیوں کو دوست بنیں، موافق مخالف سب نے بڑی حیثیت دی ہے، ان کو بے اعتبار اور بھروسہ کرنے کے لئے جو جھجھا رجم استعمال کر رہے ہو وہ جھٹیلنا، کندہ لاکر دینا، تاریخ کی بے سند، بے تحقیق روایات سے کسی بھی شخصیت کو ملزم نہیں قرار دینا جائیگا جب تک وہ قوت اثر کی حد کو نہ پہنچ جائے۔

یا پھر ان کو یہ بتانا چاہئے کہ ہم بھلا اللہ مسلمان ہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں، ان ذمہ داریوں کی تعمیل میں بتو فیض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آمدنی اس کے خلاف اگر کوئی بھی روایت ہمارے سامنے آئے گی، ہم اس کو بمقابلہ قرآن و سنت کی تصویب کے بھٹوٹا دینگے، یا تم ازکم مرجوح اور بزدل قرار دیں گے۔

هذه سبيلی اذ غلبوا الى الله عسى بصيرة انسانا ومن اتبعني.

ان دو طریقوں کے سوا کوئی تیسرا طریقہ متعارف نہیں و محدثین کی مہمانت کا نہیں ہو سکتا، اور اگر خدا نخواستہ اس بحث سے متصور مہمانت نہیں محض "حجیت" و "بصری" کا شوق پورا کر رہا ہے، تو یہ نہ اپنے ایمان کے لئے کوئی اچھا نمونہ ہے، نہ مسلمانوں کے لئے کوئی اچھی خدمت۔

دور و مندانہ گزارش

میں اس وقت اپنی عمر کے آخری ایام، مختلف قسم کے امراض اور روز افزوں ضعف کی حالت میں گزار رہا ہوں، زندگی سے دور، موت سے قریب ہوں، یہ وہ وقت ہے جس میں غاسق و غابر بھی قویہ کی طرف لوٹتا ہے، مجھ کو آدمی سچا ہو لئے لگتا ہے، صدق آدمی اپنی ضد مہجور دیتا ہے۔

حریہ شام سے تو کچھ نہ ہوا
ان کلمہ اب نہ سوچا جائے
دل بھروں کی صدا ہے یہ
کاش! دل میں ترے اثر جائے

اس وقت کسی تفسیر و تالیف کے شوق نے مجھ پر صفحات نہیں لکھوئے، بلکہ امت مسلمہ کا وہ رویہ ہوا کہ جس نے اپنے وقت میں ہزاروں کتابوں کو گمراہ کر دیا تھا، اس وقت طہرین اور مستشرقین کی کبریٰ چال سے اس کو چھ بیواؤں کے مسلمانوں کو تیار کرنے والے بہت سے فتووں میں سے ایک دور نئے فتنے کا اضافہ کیا جارہا ہے۔ طہرین و مستشرقین کی شرارتوں اور اسلام دشمنی سے ہمارے عوام اور نو تعلیم یافتہ حضرات نہ سنی، نہ علم و بصیرت رکھنے والے مسلمان تو کم از کم واقف ہیں، ان کی باتوں سے اتنے متاثر نہیں ہوئے، مگر دورے ہی مسلمان اہل قلم حضرات کی ان کتابوں نے وہ کام پورا کر دیا جو مستشرقین نہ کر سکتے تھے کہ خود کلمے پر اسے اہل علم اور پختہ دین مصلیٰ لوں کے ذہنوں کو سکا پکرا کر ان کے بارے میں حقائق سمجھا کر اور حد و مذہب و دین سے آزاد، سومر قرائن و سنت سے بے خبر، نو تعلیم یافتہ نوجوانوں میں تو ان حضرات پر اس طرح ٹھہرنے و تشکیق اور جرح و تعقید ہونے لگی جیسے موجودہ زمانے کے افتد پرست لیزروں پر ہوتی ہے۔

دور یہ گمراہی کا دور ہے کہ اس کے بعد قرآن و سنت، توحید و رسالت اور اصول دین بھی بھروں و ناقابل اعتبار ہو جاتے ہیں۔

اس لئے عام مسلمانوں کی اور اپنے نوخیز تعلیم یافتہ طبقے کی اور خود ان حضرات مسلمانوں کی خیر خواہی اور نصیحت کے جذبے سے یہ صفحہ سیاہ کئے ہیں۔ کیا عجیب ہے کہ حق تعالیٰ ان میں شرارت سے دور یہ حضرات میری گزارشات کو خالی الذہن بہرہ پرستہ لیں، جو بے دینی و غیرت کریں، اپنی آخرت کو ماننے رکھ کر اس پر غور کریں

کہ نجات آخرت کا راستہ جمہور اُمت کی راہ سے الگ نہیں ہو سکتا۔ جس معاملے میں ان حضرات نے سکوت اور کف لسان کو اختیار کیا وہ کسی بزدلی یا خوف مخالفت سے نہیں بلکہ عقل سلیم اور اصول دین کے مطابق سمجھ کر اختیار کیا، ان کے طریق سے الگ ہو کر محققانہ بہادری دکھانا کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا۔ اگر اپنی کوئی غلطی واضح ہو جائے تو آئندہ اس سے بچنے اور مسلمانوں کو بچانے کا اہتمام کریں اور جتنا ہو سکے سائبہؓ غلطی کا تدارک کریں۔ یہ بحثیں اور سوال و جواب کی طعنائیں بہت جلد ختم ہو جانے والی ہے اور اس کا ثواب یا عذاب باقی رہنے والا ہے، مَا عَصَدْتُمْ يَنْفَعُ وَمَا عَصَدَ اللَّهُ بَاقِي۔

یہ نقش بست مشوشم نہ ہے حرف ساختہ سرخوشم

لفسے بیا تو مئی زخم چہ مہارت و چہ معانیم

آخر میں اپنے لئے اور سب اہل علم بھائیوں کے لئے اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

اللَّهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَأَرِزْنَا تَبَاعَةً وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا
وَأَرِزْنَا اجْتِنَابَهُ.

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ وَصَفْوَةِ رُسُلِهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى أَصْحَابِهِ حِبَارِ الْحَقِّ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ
وَنَسْأَلُ اللَّهَ أَنْ يَرْزُقَنَا خَيْرَهُمْ وَعَظَمَتِهِمْ وَيُعِيدَنَا مِنَ
الْوُفُوحِ فِي شَيْءٍ يَسِيئُهُمْ وَأَنْ يُخَشِّرَنَا فِي رَأْسِهِمْ.

فقد أخذت في تسويده لغيره ربيع الأول ١٣٩١ هـ فجاء يعون الله
سبحانه وحمده في أحد عشر يوما كما تراه، والله سبحانه وتعالى
استل أن يشمله.

بندہ شعیف وناکارہ

محمد شفیع عفا اللہ عنہ

خادم دارالعلوم کراچی

یوم الجُمُعہ ۱۱ ربيع الاول ۱۴۳۵ھ